© rasailojaraid.com

حرف اور ارَیب نَے تبدیل نے

تحریر:۔ مولانا منظور احمد آفاقی ۔ نوتک محمید ڈیرہ غازیخان

(۱)

آسمانی کتابوں میں قرآن حکیم وہ منفرد کتاب ہے جسکے بارے میں وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہمارے پاس اسی طرح محفوظ ہے جس طرح یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور میں لکھی اور پڑھی گئی تھی اس کے علاوہ دوسری مذہبی کتابیں (خواہ آسمانی خواہ غیر آسمانی) اپنی اصلیت کھو چکی ہیں جدید تحقیقات اور تنقیدات عالیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ تحریف اور الحاق نے ان کے اصل متن کو دھندلا دیا ہے۔ قرآن حکیم نہ صرف تحریری شکل میں "بین الدفتین" اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ محفوظ ہے بلکہ ان حفاظ کے سینوں میں بھی من و عن موجود ہے جن کا سلسلہ دور نبوت سے لے کر آج تک بغیر کسی انقطاع کے متواتر چلا آتا ہے۔ قرآن حکیم کی سب سے بڑی خوبی یہی رہی ہے کہ اس نے اپنے زمانہ نزول سے ہی لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ اپنے اور بیگانے دونوں اس سے متاثر ہوئے۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں اس کو اسلامی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس نے جہالت کی تاریکیوں کو مٹا کر علم کا اجالا پھیلایا' دل و دماغ بدلے۔ فکر و نظر کو نئی نئی سمتیں اور وسعتیں عطا کیں۔ صدیوں سے قائم جمود کو توڑا اور لکیر کے فقیر معاشروں میں انقلاب برپا کیا۔ لوگوں نے اسے صحیفوں میں لکھا' سینوں میں اتارا' نمازوں میں پڑھا' تراویح میں پڑھا اور سنا' علماء نے اس کی شرح و تفسیر میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا' مدارس میں اسے پڑھا اور پڑھایا گیا' عدالت میں قاضیوں نے اس کے احکام کی روشنی میں فیصلے صادر کئے' فوجیوں نے اس کی ہدایات کے مطابق تلوار اٹھائی اور دنیا سے شر و فساد کا خاتمہ کر کے امن و امان قائم کیا۔ حکمرانوں نے اس کی تعلیمات کی روشنی میں عوام کے دلوں پر حکومت کی' غرض چودہ سو سال میں کبھی ایسا دور نہیں آیا جب اس کا چشمہ فیض خشک ہوا ہو یا مسلمانوں کے ساتھ اس کا تعلق منقطع ہو گیا ہو۔ حتیٰ کہ دور غلامی میں بھی ہم نے اس کتاب کو نہیں چھوڑا۔ اتنا مضبوط تعلق اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حکیم روز اول ہی سے تحریف کے تمام امکانات سے محفوظ رہا ہے کیونکہ ایک محرف کتاب سے اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوتا جتنا قرآن حکیم سے انسانیت نے اٹھایا ہے۔

قرآن حکیم کی یہی وہ مسلمہ حیثیت ہے جو مخالفین (خصوصاً مستشرقین) کی آنکھ میں کانٹے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرح کھٹکتی رہی ہے۔ "علم و تحقیق" کے نام پر ان حلقوں میں عرصہ دراز سے ایسی کوششیں کی جا رہی ہیں جن سے لوگوں کے دلوں میں قرآن حکیم کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا مقصود ہے۔ یہ عناصر دنیا کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ دیگر مذہبی کتابوں کی طرح (معاذ اللہ) قرآن حکیم میں بھی تغیر و تبدل اور تحریف و تصحیف نے راہ پا لی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ قرآن نے یہودیوں اور عیسائیوں پر کڑی تنقید کی ہے کہ انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں کی حفاظت نہیں کی۔ اللہ کے کلام کو اپنی خواہشات اور خیالات کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ نہ صرف الفاظ بگاڑے ہیں بلکہ معنی و مفہوم میں بھی تصرف کیا ہے۔ رد عمل کے طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے اہل علم نے قرآن پر تحریف اور تصحیف کے الزامات لگانا شروع کر دیئے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک "تحریف قرآن" ایک دلچسپ موضوع ہے جس پر انہوں نے بہت کچھ لکھا اور بہت کچھ لکھا جا رہا ہے گویا قرآن حکیم کے خلاف ان کے دل میں تعصب کی جو سیاہی جمع تھی اسے صفحہ قرطاس پر بے دریغ بہایا جا رہا ہے اور طرہ یہ کہ ہر حملے کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے یہ مواد آپ کی کتابوں سے حاصل کیا ہے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ کیا یہ مخالفین سچ کہہ رہے ہیں؟ کیا ایسی تحریفی روایات اور مضامین کا ہماری کتابوں میں سراغ ملتا ہے؟ اگر یہ روایات ہماری کتابوں میں موجود ہیں تو ان کی حیثیت کیا ہے؟ آیئے ان امور پر غور کریں۔

تاریخ قرآن

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

"شرف اللہ ہذا القرآن بان جعل لہ ثلاثۃ تنزلات" (۱)
اللہ تعالیٰ نے قرآن کو یہ شرف بخشا ہے کہ اسے تین مراحل میں نازل کیا ہے۔

۱۔ **پہلا نزول:** اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام (قرآن حکیم) پہلے پہل لوح محفوظ میں اتارا۔ یہ نزول یکبارگی ہوا۔ اس کا ذکر اس آیت میں ملتا ہے۔

"بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ" **(البروج ۸۵/۲۱،۲۲)**
بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے۔ اس لوح میں (نقش ہے) جو محفوظ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ دوسرا نزول : شب قدر میں قرآن حکیم کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے ایک مقام "بیت العزۃ" میں اتارا گیا۔ اس نزول کا تذکرہ سورۃ البقرہ، سورۃ الدخان اور سورۃ القدر میں کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

(ا) "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرن" (البقرۃ ۲/۱۸۵)
رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

(ب) "انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ" (الدخان ۴۴/۳)
ہم نے اس (قرآن) کو ایک مبارک رات میں اتارا

(ج) "انا انزلنہ فی لیلۃ القدر" (القدر ۹۷/۱)
ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا

ان تین آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم ایک رات میں نازل ہوا جو بڑی بابرکت تھی اس کا نام "لیلۃ القدر" (قدرومنزلت والی رات) ہے اور یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں واقع ہوتی ہے۔ یہ نزول بھی یکبارگی ہوا۔

مندرجہ بالا آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کے نزول کا ذکر نہیں ہے کیونکہ آپ پر کلام اللہ کا نزول ایک رات میں نہیں ہوا بلکہ (تقریباً) تیئس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا (حسب ضرورت) ہوا لہٰذا مذکورہ آیات میں دوسرے نزول کی طرف اشارہ ہے۔ اس نزول کا ذکر چند روایات میں بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے،

(ا) "قرآن کو ذکر سے جدا کر کے آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا پھر وہاں سے حضرت جبریل علیہ السلام اسے نبی اکرمؐ پر (تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت) اتارنے لگے"۔

(ب) شب قدر میں آسمان دنیا پر پورے کا پورا قرآن ایک ہی مرتبہ نازل کر دیا گیا پھر اس کے بعد (زمین پر) بیس سال کے عرصے میں نازل ہوتا رہا۔

(ج) "قرآن آسمان دنیا پر اکٹھا ایک ہی دفعہ نازل ہوا۔ اور وہ مواقع نجوم" (۲) کے مطابق تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ پر اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے بعد پے در پے نازل کرتا رہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(د) حضرت ابن عباسؓ سے عطیہ بن اسود نے کہا اللہ تعالیٰ کے قول

"شھر رمضان الذی انزل فیہ القران"

اور "انا انزلنہ فی لیلتہ القدر"

نے میرے دل میں (قرآن کے بارے میں) شک پیدا کر دیا ہے۔ جبکہ قرآن تو شوال' ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم' صفر اور ربیع وغیرہ میں بھی نازل ہوتا رہا تھا "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا "قرآن سارے کا سارا یکبارگی شب قدر میں نازل ہوا' پھر "مواقع نجوم" کے مطابق آہستہ آہستہ مختلف مہینوں اور دنوں میں نازل ہوتا رہا"۔ (۳ الف)

۳۔ **تیسرا نزول :** حضرت جبریل امینؑ نے آسمان دنیا سے قرآن حکیم کے مختلف حصے (آیتوں اور سورتوں کی شکل میں) حاصل کر کے مختلف اوقات میں رسول اللہؐ کے قلب اطہر پر نازل کئے۔ ان آیات

"نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین ○ بلسان عربی مبین" (الشعراء ۲۶ر ۱۹۳' ۱۹۴' ۱۹۵)

میں اسی تیسرے نزول کی طرف اشارہ ہے۔ (۳ ب)

در شبستان حرا خلوت گزید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو آپ خلوت پسند ہو گئے مکہ مکرمہ سے باہر غار حراء میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے تھے۔ ایک دن آپ حسب معمول عبادت میں مصروف تھے کہ حضرت جبریل امین پہلی وحی لے کر آپ کے پاس آئے اور کہا "اقرا" پڑھ۔ آپ نے فرمایا "میں پڑھنا نہیں جانتا" فرشتے نے آپ کو گلے سے لگا کر زور سے بھینچا کہ آپ بے حال ہو گئے۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا "اقرا" پڑھ آپ نے وہی جواب دیا۔ تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اس نے کہا

"اقراء باسم ربک الذی خلق ...."

آپ نے ان آیتوں کو دہرایا۔ پھر وہ فرشتہ واپس چلا گیا۔ آپ لرزتے اور کانپتے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھر تشریف لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "مجھے چادر اوڑھا دو' مجھے چادر اوڑھا دو" جب طبیعت کو سکون ہوا تو رفیقہ حیات سے غار میں پیش آنے والا واقعہ ذکر کیا۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو ایک عیسائی عالم تھے۔ انہوں نے فرشتے والا واقعہ سن کر کہا "یہ وہی ناموس (۴) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت (آپ کی پیغمبری کے زمانے میں)" جوان ہوتا' کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کو آپ کی قوم اپنے شہر سے نکال باہر کرے گی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (سچ) کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا" ہاں (بے شک وہ نکال دیں گے) جب کبھی کسی شخص نے ایسی بات کہی جیسی آپ کہتے ہیں تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں اس دن تک جیتا رہا تو آپ کی بھرپور مدد کرونگا" (۵)

جناب ورقہ بن نوفل نے توراۃ ' زبور اور انجیل وغیرہ کی روشنی میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ

آپ پر وہی شریعت اتری ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔

آپ وہی نبی ہیں جن کی آمد کی خبر گزشتہ کتابوں میں دی گئی تھی۔

آپ کو بھی انہیں تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا جن سے گزشتہ انبیاء کرام دو چار ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری شریف کی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے

فلما سمع کلامہ ایقن بالحق و اعترف بہ (۶)

جب ورقہ نے آپ کی باتیں سنیں تو انہیں حق کا یقین ہو گیا اور انہوں نے (آپ کی نبوت کا) اعتراف کیا۔

اسی تصدیق کی بنا پر بعض اکابر علماء نے جناب ورقہ نوفل کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ (۷)

اس پہلی وحی کے بعد تقریباً" اڑھائی سال تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اس عرصے کو "فترۃ الوحی" (وحی کے رک جانے کا زمانہ) کہا جاتا ہے۔ اس مدت کے بعد سورۃ "المدثر" نازل ہوئی پھر وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حالات اور ضرورت کے مطابق قرآن کی آیتیں اور سورتیں اترتی رہیں۔ نزول وحی کا یہ تسلسل بغیر کسی انقطاع کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفاۃ تک متواتر جاری رہا۔ آخری وحی وفات سے نو دن قبل نازل ہوئی۔ (۸) اس طرح نزول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کا عمل تقریباً" تیئس سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن حکیم کی آیتیں اور سورتیں جس ترتیب سے نازل ہوئیں وہ ان کی اصلی ترتیب نہ تھی کیونکہ یہ حسب موقع اور حسب ضرورت اترتی تھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں وحی کی رہنمائی میں اس ترتیب کے مطابق مرتب فرما لیتے تھے جو ترتیب لوح محفوظ میں تھی۔ اپنی تلاوت میں بھی اسی ترتیب کا لحاظ رکھتے اور لوگوں کو بھی اسی ترتیب سے لکھنے اور یاد کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں حضرت جبریل آمین کے ساتھ اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دور کرتے تھے سال وفات میں آپ نے اسی ترتیب کے مطابق دو دفعہ دور کیا۔ اسے "عرضۂ اخیرہ" کہا جاتا ہے۔

حفاظت قرآن

قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○ (۹)

ہم نے ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

سورۃ "الحجر" کی اس آیت میں "الذکر" سے مراد قران حکیم ہے۔ کیونکہ سورۃ حم السجدہ میں خود اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کی یہی تفسیر کی ہے۔

ان اللذین کفروا بالذکر لما جاء ھم وانہ لکتب عزیز لا یا تیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ○ (۱۰)

جن لوگوں نے ذکر (قرآن) کا انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچے گیا (ایسے لوگوں کی شامت آئی ہوئی ہے) بے شک یہ ایک بلند پایہ کتاب ہے۔ باطل اس میں سامنے سے داخل ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ یہ خدائے حکیم و حمید کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

ان دو آیتوں کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم کی ایسی زبردست حفاظت کی جا رہی ہے کہ کوئی زائد لفظ اس میں شامل نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کا کوئی لفظ اس سے نکالا جا سکتا ہے۔ یہ مفہوم صرف عقیدت کی بنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ بتا رہی ہے کہ قرآن حکیم کی کوئی سورۃ، کوئی آیت، کوئی لفظ، کوئی حرف، حتی کہ حرکات و سکنات کی حد تک کوئی شئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹی اور نہ کوئی غیر قرآن چیز اس میں داخل کی گئی ہے۔

حفظ القرآن

اہل عرب کا حافظہ غضب کا تھا۔ انہیں اپنے نسب نامے زبانی یاد ہوتے تھے حتی کہ بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام تک اپنے آباؤ اجداد کے نام فرفر سناتے تھے۔ ہزاروں اشعار پر مشتمل لمبے چوڑے قصیدے یاد رکھنا ان کے لئے مشکل نہیں تھا۔ بسا اوقات ان لمبی لمبی نظموں کو ایک بار سن کر وہ یاد کر لیتے تھے۔ چھٹی صدی عیسوی میں صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کسی کتاب کی بہترین حفاظت اسے حفظ کر کے ہی ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اہل عرب اپنی قوت حافظہ سے پورا کام لیتے تھے۔ ان کی اسی خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے ولیم میور لکھتے ہیں۔

"ان کی قوت حافظہ انتہائی درجہ پر تھی۔ اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے۔ ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب، پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے"۔ (۱۱)

دوسرے مذاہب کی کتابیں تحریر ہوئیں لیکن کوئی کتاب مکمل حفظ نہ کی جا سکی۔ نتیجتاً ان میں تحریف و تصحیف نے راہ پالی توراۃ، زبور اور انجیل جیسی آسمانی کتابیں انسانی دستبرد سے نہ بچ سکیں اور مفادات کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ اگر قرآن کی حفاظت کا دار مدار صرف تحریر پر ہوتا اور حفظ نہ کیا جاتا تو اس کا بھی یہی انجام ہوتا۔

قرآن کا انداز بیان اور اسلوب نگارش اتنا دلکش اور دلفریب ہے کہ اس کی قرءت سامع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو مسحور کر دیتی ہے ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور حافظے میں نقش ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اھل زبان اسے آسانی سے حفظ کر لیتے تھے۔ قرآن کی یہ خوبی صرف اہل زبان تک محدود نہ رہی بلکہ غیر اہل زبان بھی تھوڑی سی محنت کر کے اس مکمل حفظ کرنے لگے حتی کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی یہ کتاب اول سے آخر تک یاد ہو گئی۔

بنگر آں سرمایہ آمال ما

گنجد اندر سینئہ اطفال ما

صاحب "زبدة البیان" لکھتے ہیں۔

"کان داب الصحابۃ رضی اللہ عنھم من اول نزول الوحی الی اخرہ المسارعۃ الی حفظہ" (۱۲)

زمانہ نزول وحی میں، اول سے لے کر آخر تک، صحابہ کرام کا معمول یہ رہا کہ وہ اسے فوراً حفظ کر لیتے تھے۔

اسی وجہ سے صحابہ میں ہزاروں کی تعداد تھی جنہیں مکمل قرآن حکیم یاد تھا۔ دور نبوت میں حفاظ کی اتنی کثرت تھی کہ مسلمان اور حافظ قرآن کا ایک ہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ ہر مسلمان حافظ قرآن تھا یا اسے قرآن کا بیشتر حصہ از بر تھا۔ اس کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس وقت غزوہ احد کے شہیدوں کو دفن کیا جانے لگا اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک ایک قبر میں دو دو، تین تین کو اکٹھے دفن کرنے کا فیصلہ ہوا تو سرکار رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھتے تھے۔

ایھم اکثر اخذاً للقران (۱۳)

ان میں سے کس کو قرآن کا زیادہ حصہ یاد ہے؟

جسے زیادہ یاد ہوتا اسے قبلہ کی جانب دوسروں سے پہلے قبر میں اتارا جاتا تھا۔ آپ کے پوچھنے کا یہ انداز بتا رہا ہے کہ تمام شہداء احد کو قرآن حکیم یاد تھا فرق صرف اتنا تھا کہ کسی کو زیادہ یاد تھا اور کسی کو کم، ورنہ آپ صرف کمی اور زیادتی ہی کے بارے میں دریافت کرنے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ یہ بھی پوچھتے کہ ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو نہیں ہے؟

صفر ۴ھ میں ایک سردار ابو براء کلابی کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ستر حفاظ قرآن کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی بئر معونہ کے مقام پر بدعہدی کر کے ان پر حملہ کر دیا گیا صرف دو افراد زندہ بچ سکے باقی سب کے سب شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں حفاظ کی اچھی خاصی تعداد تھی کہ محض ایک قبیلہ کی تعلیم کے لئے ستر حافظ تیار ہو گئے۔ اسی ایک واقعہ پر بس نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اردگرد بسنے والے قبائل میں تعلیم کی غرض سے متعدد جماعتیں روانہ کیں جن میں سب کے سب حافظ قرآن ہوتے تھے۔ بعض روایات کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قبائل کی درخواست پر ان کی طرف روزانہ حفاظ قرآن روانہ کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ان جماعتوں کی روانگی کے بعد مدینہ منورہ خالی نہیں رہتا تھا ورنہ اتنی کثیر تعداد میں حفاظ کو باہر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

۱۱ ہجری میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام میں بھی اچھی خاصی تعداد حفاظ قرآن کی تھی۔ اور دوسری جنگوں میں بھی شہید ہونے والوں میں حفا کا پلہ بھاری رہتا تھا۔ ان واقعات و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً" سبھی مسلمان حافظ قرآن ہوا کرتے تھے۔ (الا ماشاء اللہ)

یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ دور نبوت میں (مکمل اور نا مکمل) حفاظ قرآن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی حجتہ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام نے شرکت کی اور ان سب کے سینے نور قرآن سے منور تھے

حفاظ قرآن کی اسی کثرت پر پروفیسر عبدالصمد صارم لکھتے ہیں۔

"صحابہ میں دس ہزار حافظ زیادہ مشہور تھے۔ ان دس ہزار میں ۳۷ کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔ جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں ۔ ۱۔ حضرات ابو بکر صدیق' ۲۔ عمر فاروق' ۳۔ عثمان بن عفان' ۴۔ علی ابن ابی طالب' ۵۔ عبداللہ بن مسعود' ۶۔ طلحہ' ۷۔ سعد بن ابی وقاص' ۸۔ حذیفہ بن یمان' ۹۔ ابوھریرہ' ۱۰۔ عبادہ بن صامت' ۱۱۔ معاذ بن جبل' ۱۲۔ مجمع بن حارثہ' ۱۳۔ فضالہ بن عبید' ۱۴۔ ابوموسیٰ اشعری' ۱۵۔ عمرو بن العاص' ۱۶۔ سعد بن عبادہ' ۱۷۔ عبداللہ بن عباس' ۱۸۔ ابو ایوب انصاری' ۱۹۔ عبد اللہ ذوالبجلوین' ۲۰۔ عبید بن معاویہ' ۲۱۔ ابو زید' ۲۲۔ سالم مولی ابی حذیفہ' ۲۳۔ سلمہ بن مخلد' ۲۴۔ سعد بن عبید' ۲۵۔ زید بن ثابت' ۲۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابی بن کعب' ۲۷۔ عبد اللہ بن صائب' ۲۸۔ سلیمان بن ابوخیثمہ' ۲۹۔ تمیم داری' ۳۰۔ معاذ بن حارث' ۳۱۔ ابودرداء' ۳۲۔ عقبہ بن عامر' ۳۳۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب' ۳۴۔ سعد بن منذر' ۳۵۔ قیس بن صعصعہ' ۳۶۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص' ۳۷۔ ابو حلیمہ معاذ رضی اللہ عنہم اجمعین (۱۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجوں کے سالاروں کی طرف یہ فرمان بھیجا تھا کہ وہ اپنی اپنی فوج کے حفاظ کی فہرست مرتب کر کے دارالخلافہ بھیجیں تاکہ میں ان کے مرتبہ کے مطابق بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کروں اور اسلامی علاقوں میں انہیں قرآن کی تعلیم دینے کے لئے بھیجوں۔ اس فرمان کی تعمیل کی گئی۔ تنہا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے یہاں سے تین سو سے کچھ زائد حفاظ کی فہرست بھیجی۔ (۱۵)

مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی قرآن حکیم حفظ کیا تھا ان کی تعداد بھی خاصی ہے جن میں سے چار عورتیں زیادہ شہرت رکھتی ہی۔

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ' ۲۔ ام المومنین حضرت حفصہ' ۳۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ اور ۴۔ ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنھن (۱۶)

کتابت قرآن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی اس میں ''علم بالقلم'' (اس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا) کے الفاظ ہیں۔ جن میں تحریر و کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز چند دوسرے مقامات پر بھی انسان کو لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے مالی لین دین خصوصاً" قرض کے معاملے کو لکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ (۱۷) جس کتاب میں تحریر و کتابت کو اتنی اہمیت دی گئی ہو' کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ خود اسی کتاب کو لکھنے میں غفلت برتی گئی ہو گی؟ حاشا و کلا

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لا تکتبوا عنی شیئا غیر القران (۱۸)

مجھ سے قرآن کے علاوہ (کوئی دوسری بات) نہ لکھو

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دور نبوت میں قرآن حکیم لکھا جاتا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) اس کتابت پر قرآن کے اندر بھی شہادتیں موجود ہیں

(ا) وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملی علیه بکرة واصیلا○ (۱۹)

اور (کافروں نے) کہا کہ یہ اگلے وقتوں کے افسانے ہیں جو اس (پیغمبر علیہ السلام) نے کسی سے لکھوا لئے ہیں۔ اور اس کے سامنے صبح شام یہی لکھوائے جا رہے ہیں۔

(ب) لایمسه الا المطهرون (۲۰)

قرآن حکیم کو پاک صاف لوگوں کے سوا کوئی نہ چھوئے

چھونا اور ہاتھ لگانا لکھی ہوئی چیز' کاغذ' پارچہ' کتاب وغیرہ کے لئے ہوتا ہے۔ غیر مکتوب اور زبانی پڑھے جانے والے کلام کے لئے چھونا چہ معنی دارد؟

رسول من الله یتلو صحفا مطهرة (۲۱)

"صحیفہ" لکھی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے یہ لفظ "کتاب" کا ہم معنی ہے۔ جو مضمون ضبط تحریر میں نہیں آیا وہ "صحیفہ" کیوں ہونے لگا؟

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناظرہ قرآن پڑھنے کا ثواب زبانی پڑھنے سے زیادہ بتایا ہے۔

قراتک نظر اتضاعف علی قراتک ظاہرا کفضل المکتوبته علی النافلته (۲۲)

یاد سے تلاوت کرنے پر دیکھ کر تلاوت کرنے کو وہی فضیلت حاصل ہے جو فرض نماز کو نفل نماز پر ناظرہ تلاوت اسی وقت ممکن ہے جب قرآن مکتوبہ شکل میں ہو۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کو لکھوانے کا اہتمام شروع ہی سے کر لیا تھا۔ آپ نے اپنی باقاعدہ تبلیغ کا آغاز ربیع الاول ۴ نبوی میں کیا۔ ابتدائی چار مسلمانوں کے بعد حضرت خالد بن سعید اموی ؓ نے اسلام قبول کیا ان کی بیٹی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" میرے باپ نے لکھی تھی گویا یہ آغاز کتابت قرآن کا دن تھا۔(۲۳)

(۵) ۳ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آخری وحی نازل ہوئی ا سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قلمبند کیا تھا۔ (۲۴)

(٦) حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ جب آیت

لا یستوی القاعدون من المئومنین (النساء ۴/۹۵)

نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا'

"ذرا زید بن ثابت کو میرے پاس بلا لا اور وہ اپنے ساتھ تختی' دوات اور (اونٹ کے شانے کی چوڑی) ہڈی لیتا آئے (جب زید حاضر خدمت ہوئے تو) آپ نے فرمایا لکھ **لا یستوی القاعدون ....** ۲۵"

(۷) کاتب رسول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی لکھا کرتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرانی ہوتی' بہت پسینہ آتا' موتی کی طرح قطرے ٹپکتے تھے جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں (اونٹ کے شانے کی) ہڈی لے کر حاضر ہوتا۔ آپ املا کراتے اور میں لکھتا جاتا۔ لکھ کر فارغ ہوتا تو وحی کی گرانی کی وجہ سے میرے پاؤں کی یہ حالت ہوتی کہ گویا ابھی چور چور ہو جائے گا اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ جب وحی کی کتابت مکمل ہوتی تو آپ فرماتے اسے پڑھ' میں آپ کو پڑھ کر سناتا۔ اگر کوئی غلطی محسوس ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے پھر اس نوشتے کو میں لوگوں کے پاس لے جاتا تھا"۔ (۲٦)

(۸) "طبقات القراء" کے فاضل مصنف لکھتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے کلام کو (حضرت جبریل علیہ السلام سے) جیسا سنا ویسا امت تک بغیر کسی کمی بیشی کے پہنچایا اور کاتبان وحی کو لفظاً" اور معنیً (دونوں طرح) لکھوا دیا۔ کیا ہی خوب تھی یہ رسالت (پیغام رسانی)۔ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کی کچھ سورتیں سن کر زبانی یاد کیں' کچھ اصحاب نے لکھ کر حفظ کیں۔ کچھ افراد ایسے بھی تھے جو اپنے دوستوں سے سن کر قرآن یاد کیا کرتے تھے پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا دیا کرتے تھے ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں کہیں سے قرآن سناتے تھے (یعنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہیں مکمل یاد نہیں ہوا تھا) رہے وہ اصحاب جنہوں نے مکمل قرآن حفظ کیا اور پورے کا پورا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا وہ شرفاء کی ایک جماعت ہے۔ ان میں وہ سات قاری بھی شامل ہیں جو قرات کے امام ہیں۔ جن کی سندوں سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کا ذکر قرات کی کتابوں میں اولین حیثیت سے کیا جاتا ہے(ان کے نام حسب ذیل ہیں)

(۱) حضرت علی بن ابی طالب' ۲۔ عثمان بن عفان' ۳۔ ابی بن کعب' ۴ عبداللہ بن مسعود' ۵۔ زید بن ثابت' ۶۔ ابوموسیٰ اشعری' ۷۔ ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ **عنہم اجمعین (۲۷)**

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

"ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ قسطنطنیہ اور رومیہ میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہو گا؟ آپ نے جواب دیا نہیں' بلکہ پہلے ہرقل کا شہر فتح ہو گا" (۲۸)

حلقہ بنا کر جو کچھ لکھا اور لکھوایا جا رہا تھا یہ قرآن تھا کیونکہ قرآن کے سوا دوسری تحریر پر پابندی تھی۔

(۱۰) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے'

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر(قرآن کی) متعدد سورتیں نازل ہوا کرتی تھیں جب بھی کچھ نازل ہوا آپ کاتبان وحی کو بلا کر فرماتے کہ ان آیتوں کو فلاں فلاں سورت میں درج کردو" (۲۹)

تلک عشرۃ کاملۃ

ان روایات اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی کوئی سورت یا آیت نازل ہوئی آپ نے اسے محفوظ کرنے کا اہتمام کیا جو زبانی یاد رکھ سکتے تھے انہیں حفظ کرایا اور دوسروں کے لئے لکھوانے کا بندوبست کیا۔ اس طرح وحی لکھنے والوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ ان کے نوشتے آپ پڑھوا کر سنتے تھے' اور جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی غلطی نظر آتی اس کی اصلاح بھی اسی وقت کرا دیتے تھے' پھر ان سے دوسرے لوگ نقل کرتے' اس طرح جوں جوں قرآن نازل ہوتا گیا' سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہوتا چلا گیا۔

کاتبان وحی

وحی لکھنے والوں کی تعداد چالیس سے متجاوز ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے چوبیس ۲۴ صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں جو زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق' ۲۔ عمر فاروق' ۳۔ عثمان بن عفان' ۴۔ علی بن ابی طالب' ۵۔ ابی بن کعب' ۶۔ زید بن ثابت ۷۔ عبداللہ بن سعد' ۸۔ زبیر بن عوام' ۹۔ خالد بن سعید' ۱۰۔ خالد بن ولید' ۱۱۔ معاویہ بن ابی سفیان' ۱۲۔ حنظلہ بن ربیع' ۱۳۔ ابان بن سعید' ۱۴۔ عبداللہ بن رواحہ' ۱۵۔ محمد بن مسلمہ' ۱۶۔ عبداللہ بن عبداللہ بن سلول' ۱۷۔ مغیرہ بن شعبہ' ۱۸۔ عمرو بن العاص' ۱۹۔ جہم بن صلت' ۲۰۔ معیقیب بن فاطمہ' ۲۱۔ شرجیل بن حسنہ' ۲۲۔ عبداللہ بن ارقم' ۲۳۔ سعید' ۲۴۔ علاء بن عبداللہ حضرمی رضی اللہ عنہم اجمعین (۳۰)

ترتیب القرآن

قرآن کی سورتوں کی ترتیب اور ہر سورت میں آیتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں وحی کی روشنی میں قائم کر دی تھی۔ جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ کاتب وحی سے اسے لکھواتے اور ہدایت فرماتے کہ اس سورت کو فلاں سورت کے بعد اور فلاں سورت کے شروع میں رکھو۔ اور اگر قرآن کا کائی ایسا حصہ نازل ہوتا جسے مستقل سورت بنانا مقصود نہ ہوتا تو آپ ارشاد فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں مقام پر درج کرو۔ پھر اسی ترتیب سے آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی تلاوت کرتے، نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی اور صحابہ کرام بھی اسی ترتیب سے تلاوت کرتے اور یاد کرتے تھے لہٰذا یہ ایک ثابت شدہ تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن حکیم کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامنے مکمل کرائی جس دن وحی کا نزول مکمل ہوا اسی دن اس کی ترتیب بھی مکمل ہو گئی۔ بالفاظ دیگر قرآن حکیم کا نازل کرنے والا ہی اس کا مرتب ہے اور جس دل پر نازل ہوا اسی کے ہاتھوں اسے مرتب بھی کرا دیا گیا۔ کسی تیسرے کی مجال نہ تھی کہ اس میں مداخلت کرتا۔

آیتوں کی ترتیب

علامہ سیوطیؒ نے اس بات پر امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ قرآن حکیم کی آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ اور مسلمانوں نے اس ترتیب میں کبھی اختلاف نہیں کیا۔ موصوف نے اس سلسلے میں مختلف علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

"اس بیان سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے صرف قرآن کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی نہ کہ اسے ترتیب دینے کی کیونکہ قرآن بلاشبہ اسی ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے"۔ (۳۱)

علامہ زرقانی نے آیات کی ترتیب پر سیر حاصل بحث کی ہے ذیل میں ہم ان کی کتاب "مناھل العرفان" کے ایک باب "ترتیب آیات القرآن" کی تلخیص درج کرتے ہیں۔

"امت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ مصاحف میں قرآن حکیم کی آیات جس ترتیب سے درج ہیں یہ ترتیب اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی قائم کردہ ہے اس ترتیب میں کسی تیسرے شخص کی رائے کو دخل ہے نہ اجتہاد کو۔ بلکہ جب حضرت جبریل امین آیات نازل کرتے تو یہ ہدایت بھی کر دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سورۃ میں فلاں مقام پر رکھو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام کے سامنے ان آیتوں کی تلاوت فرماتے اور کاتبان وحی کو انہیں قلمبند کرنے کا حکم دیتے تو سورتوں میں ان کے مقامات کا تعین بھی کر دیا کرتے تھے۔ پھر آپ بار بار ان کی تلاوت کرتے' نمازوں میں ان کی قرات کرتے' وعظ اور خطبوں میں انہیں پڑھتے' حضرت جبریل امین آپ کو ہر سال قرآن حکیم سناتے حتیٰ کہ آپ کی زندگی کے آخری سال میں انہوں نے آپ کے سامنے قرآن حکیم دو دفعہ پڑھا۔ یہ سب اسی ترتیب کے موافق تھا جو ترتیب آج ہم اپنے مصاحف میں پاتے ہیں۔ صحابہ کرام بھی قرآن حکیم اسی ترتیب سے پڑھتے اور پڑھاتے تھے' حفظ کرنے والے بھی اسی ترتیب سے یاد کرتے تھے۔ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک فرد نے بھی قرآن حکیم کی آیتوں کی اس ترتیب میں تغیرو تبدل نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن حکیم کی جو تدوین ہوئی یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو مصاحف لکھے گئے ان میں ترتیب نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سرمو انحراف نہیں کیا گیا"۔

امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں یہ روایت درج کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آیت **"والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا"** کو ایک دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ آپ نے اسے مصحف میں کیوں لکھا؟ یا چھوڑ کیوں نہ دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ بھتیجے! میں قرآن حکیم کی کسی آیت کو اس کے مقام سے ہٹا نہیں سکتا۔

لہٰذا روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس آیت کو منسوخ ہونے کے باوجود اپنے مقام پر درج کرنا توقیفی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت بھی اسے اپنی جگہ سے ہٹانے کی مجاز نہیں۔ ان جیسی متعدد مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب میں کسی کی رائے کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ (۳۲)

سورتوں کی ترتیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب کے بارے میں علماء میں کسی قدر اختلاف ہے بعض علماء اس ترتیب کو صحابہ کرام کے اجتہاد کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور بعض علما کے نزدیک یہ ترتیب بھی اسی طرح توقیفی ہے جس طرح آیتوں کی ترتیب اس سلسلے میں علماء کے تین اقوال منقول ہیں۔

(۱) حضرت امام مالکؒ اور قاضی ابو بکرؒ کی رائے یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے سورتوں کو مرتب کیا تھا کیونکہ صحابہ کرام نے جس قدر مصاحف لکھے ان میں سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی سے مختلف تھی۔

(ا) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو مصحف مرتب کیا تھا اس کے آغاز میں یہ سورتیں تھیں

اقراء، ن، الضحیٰ، المزمل، المدثر، الفاتحہ............... الخ

(ب) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ترتیب کچھ یوں تھی

الفاتحہ، البقرۃ، النساء، آل عمران، الانعام، الاعراف، المائدہ.............

(ج) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف اس طرح مرتب کیا تھا۔ انہوں نے مصحف میں سورۃ فاتحہ اور معوذتین (آخری دو سورتیں) درج نہیں کی تھیں۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس تفرد پر مفصل بحث آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں)

ان علماء نے صحابہ کرام کے مصاحف میں سورتوں کی مختلف ترتیب کو دیکھتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآنی سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام نے اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے قائم کی تھی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورتوں کو مرتب کر دیا ہوتا اور یہ ترتیب توقیفی ہوتی تو صحابہ کرام بھی اپنے اپنے مصاحف میں یہی ترتیب رسول قائم رکھتے اور اختلاف کاشکار نہ ہوتے۔ (۳۴)

(۲) علماء کی اکثریت یہ رائے رکھتی ہے کہ کچھ سورتوں کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وآلہ وسلم نے خود مقرر کر دی تھی اور نماز میں اسی ترتیب سے پڑھا کرتے تھے۔ اور کچھ سورتیں حضرات صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے مرتب کیں۔

(ا) قاضی ابن عطیہ کا کہنا ہے "بہت سی سورتوں کی ترتیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں لوگوں کو معلوم ہو چکی تھی جیسے شروع کی سات بڑی سورتیں' وہ سورتیں جو حم سے شروع ہوتی ہیں اور مفصل (آخری پاروں کی سورتیں) ان کے علاوہ باقی سورتوں کی ترتیب کا معاملہ ممکن ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو۔ (۳۴)

(ب) علامہ سیوطیؒ نے محدث بیہقیؒ کے حوالے سے لکھا ہے'
"سورۃ البراءۃ اور سورۃ الانفال کے سوا باقی تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے"۔ (۳۵)

ان علماء کے قول کی بنیاد حسب ذیل روایت ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے (مصاحف لکھے جانے کے بعد) دریافت کیا' کیا وجہ ہے کہ آپ لوگوں نے سورۃ انفال کو' جو مثانی میں سے ہے' سورۃ براءۃ کے ساتھ جو مئین میں سے ہے' ملا دیا ہے اوران دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " بھی نہیں لکھی۔ اور ان دو سورتوں کو سات بڑی سورتوں میں جگہ دی ہے(حالانکہ یہ بڑی سورتیں نہیں بلکہ درمیانی ہیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متعدد سورتیں نازل ہوئیں۔ جونہی کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی تو آپ کسی لکھنے والے کو بلا کر ارشاد فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں فلاں فلاں مقام پر رکھو سورۃ انفال مدنی دور کے اوائل میں نازل ہوئی تھی اور سورۃ براءۃ آخری دور میں' اور اس کا مضمون سورۃ انفال کے مضمون سے ملتا جلتا تھا۔ پس میں نے یہ سمجھا کہ یہ سورۃ' سورۃ انفال ہی کا ایک حصہ ہے اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور یہ وضاحت نہ کر سکے کہ سورۃ براءۃ' سورۃ انفال کا حصہ ہے(یا نہیں) اسی بنا پر میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر لکھا اور ان کے درمیان بسم اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور انہیں سات بڑی سورتوں میں درج کر دیا"۔(۳۶)

(۳) کچھ علماء یہ رائے رکھتے ہیں کہ قرآن حکیم کی تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور یہ ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی قائم کردہ ہے۔ اس میں کسی شخص کی رائے اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ان علماء کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں "مصحف امام" لکھوایا تو تمام لوگوں نے اس مصحف کی ترتیب کو قبول کیا۔ اپنے انفرادی مصاحف چھوڑ کر اسی مستند مصحف کو اپنا لیا۔ اگر بالفرض سورتوں کی ترتیب ان کے اجتہاد سے ہوئی ہوتی تو وہ اپنے مصاحف ترک نہ کرتے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف امام کو قبول کرتے۔ ان کا اپنے اپنے مصاحف کو ترک کرنا اور مصحف عثمانی کی ترتیب کو قبول کرنا(بلکہ اس کی صحت پر اجماع کرنا) اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ ترتیب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمائی تھی۔(۳۷)

(ا) علامہ ابو جعفر نحاس" کہتے ہیں'

> "پسندیدہ قول یہی ہے کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے۔ حدیث واثلہ میں اسی جانب اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے توراۃ کی جگہ سات بڑی سورتیں (السبع الطوال) دی گئی ہیں"۔ (۳۸)

(ب) علامہ ابوبکر انباری" کہتے ہیں۔

> "اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسمان دنیا پر نازل فرمایا پھر اسے بیس سے کچھ اوپر تیئس سالوں میں جستہ جستہ نازل کیا۔ کسی سورۃ کا نزول کسی واقعہ کے پیش آنے پر اور کسی آیت کا نزول کسی پوچھنے والے کے سوال کے جواب میں ہوتا تھا۔ حضرت جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ اور آیت کے مقام سے بھی آگاہ کر دیتے تھے۔ لہٰذا سورتوں کی ترتیب بھی آیتوں اور حروف کی ترتیب کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے۔ پس جو شخص کسی سورۃ کو اپنے مقام سے مقدم یا موخر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے گا وہ نظم قرآن میں خلل ڈالے گا"۔ (۳۹)

(ج) علامہ کرمانیؒ لکھتے ہیں

"سورتوں کی یہ ترتیب اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں بھی ہے اور اسی ترتیب کے مطابق ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پاس جمع شدہ قرآن کا ورد کیا کرتے تھے۔ (۴۰)

(د) علامہ سیوطیؒ نے اس تیسرے قول کی تائید میں امام مالکؒ کا بھی ایک قول نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"صحابہؓ نے قرآن کی ترتیب فقط اسی انداز پر کی ہے جسے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے آئے تھے۔ (۴۱)

(ھ) ڈاکٹر صبحی صالح نے اس تیسرے قول کی بڑی زور دار الفاظ میں تائید' اور باقی اقوال کی بڑی شدومد سے تردید کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

الرائی الرجح المختار اذن ان تالیف السور علی ہذا الترتیب الذی نجدہ الیوم فی المصاحف ہو کتالیف الایات علی ہذا الترتیب توقیفی لا مجال فیہ للا جتہاد (۴۲)

راجح اور مختار قول یہی ہے کہ سورتوں کی یہ تالیف و ترتیب جسے آج ہم اپنے مصاحف میں پاتے ہیں آیات کی ترتیب کی طرح توقیفی ہے اور اس ترتیب میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

علماء کے پہلے دو اقوال سے متعدد شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں۔ مستشرقین نے ان اقوال کی بنا پر پورے قرآن میں سورتوں کی ترتیب کو مشکوک ٹھہرایا ہے۔ جبکہ آخری قول سے سارے شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ آخری قول پہلے دو اقوال کی نسب زیادہ صحیح ہے۔

(ا) پہلے قول کے قائلین کا صحابہ کرام کے مختلف مصاحف سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام نے یہ مصاحف صرف اپنی سہولت کے لئے مرتب کئے تھے۔ لوگوں میں ان کی نشر و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشاعت مد نظر نہیں تھی۔ (۴۳) نیز وہ اپنے مصاحف میں سورتوں کی اس ترتیب کو من جانب اللہ بھی نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ نمازوں میں' تراویح میں اور درس و تدریس میں اسی ترتیب کا خیال رکھتے تھے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حاصل کی تھی یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوائے اور ان میں مصحف صدیقی کی ترتیب ملحوظ رکھی (جو دراصل ترتیب نبوی تھی) تو صحابہ کرام نے ان مصاحف کو قبول کیا اور اپنے انفرادی مصاحف سے نہ صرف دستبردار ہو گئے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں انہیں تلف بھی کر دیا تھا۔ اگر انہوں نے اپنے مصاحف اجتہاد کی بنا پر مرتب کئے ہوتے اور ان کے سامنے ترتیب نبوی نہ ہوتی تو کیا وہ ان مصاحف کو ترک کرنے پر آمادہ ہوتے؟ حاشا وکلا

(ب) علماء کی اکثریت نے جس دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اس کا دارو مدار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے۔ اس روایت کی تخریج کرتے ہوئے علامہ احمد عبدالرحمٰن البنا لکھتے ہیں

"اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن (اور صحیح) کہا ہے۔ محدث حاکمؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے علامہ ذہبیؒ نے ان کی تائید کی ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی یزید فارسی ہے جس کا ذکر امام بخاریؒ نے (اپنی کتاب) "الضعفاء الصغیر" میں اس کے نام کے اشتباہ کی وجہ سے کیا ہے کہ وہ یزید بن ہرمز ہے یا کوئی اور۔ امام ترمذیؒ نے اسے "حدیث حسن (صحیح)" کہنے کے بعد یہ بھی کہا ہے کہ ہم اسے عوف' یزید فارسی اور ابن عباس کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے نہیں جانتے۔ یزید فارسی کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق اہل بصرہ سے ہے۔

میں (احمد عبدالرحمٰن البنا) کہتا ہوں جبکہ یزید فارسی اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہے تو ترتیب قرآن کے باب میں جو خاص طور پر تواتر کا تقاضا کرتی ہے اس منفرد روایت کو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خطیبؒ (بغدادی) نے "کتاب الکفایہ" میں کہا ہے کہ ہر وہ خبر واحد ناقابل قبول ہے جو حکم عقلی' قرآن کے کسی ثابت شدہ یقینی فیصلے' سنت متعارفہ' سنت کے قائم مقام ہونے والے کسی کام اور کسی دلیل قطعی کے منافی ہو۔

آئمہ حدیث نے ایسے بکثرت راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے جنھوں نے مشہور روایت کے خلاف کوئی منفرد حدیث روایت کی ہو۔ واللہ اعلم" (۴۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم ہم تک تواتر سے پہنچا ہے۔ اس کی صحت مسلم اور اس کی حیثیت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس باب میں شک میں ڈالنے والی روایات قابل قبول نہیں ہیں۔ فن حدیث و روایت میں مہارت رکھنے والے علماء نے ہر زمانے میں یہی اصول مدنظر رکھا ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔

ان حدیث ابن عباس هذا غير صحيح لان الترمذی قال فی تخریجه: انه حسن غریب لا یعرف الامن طریق یزید الفارسی عن ابن عباس' و یزید هذا مجهول الحال فلا یصح الاعتماد علی حدیثه الذی انفرد به فی ترتیب القران" (۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ترمذیؒ نے اس کی تخریج میں کہا ہے کہ یہ "حسن غریب" ہے۔ یزید فارسی کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے اس کا علم نہیں ہو سکا اور (یہ راوی) یزید مجہول الحال ہے جس کی منفرد حدیث پر ترتیب قرآن کے باب میں اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

ڈاکٹر صبحی صالح نے لکھا ہے:

"یدور اسناده فی کل روایاته علی یزید الفارسی الذی رواه عن ابن عباس' و یزید الفارسی هذا یذکره البخاری فی الضعفاء' فلا یقبل منه مثل هذا الحدیث ینفرد به وفیه تشکیک فی معرفة سور القرن' الثابتة بالتواتر القطعی قراة و سماعا و کتابته فی المصاحف' وفیه تشکیک فی اثبات البسملته فی اوائل السور' کان عثمان کان یثبتها برایه و ینفیها برایه' وحاشاه من ذلک! فلا علینا اذا قلنا: انه حدیث لا اصل له" (۴۶)

اس حدیث کی سند کا دارومدار یزید فارسی پر ہے جس نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یزید کو امام بخاریؒ نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ لہٰذا اس سے ایسی حدیث قابل قبول نہیں ہے جس کے بیان میں وہ تنہا ہے (اور کسی دوسرے راوی نے اس کا ساتھ نہیں دیا) یہ حدیث قرآن حکیم کی سورتوں کے بارے میں شک پیدا کرتی ہے' جن کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑھنا (قرات) سننا (سماع) اور مصاحف میں لکھا جانا (کتابت) تواتر قطعی سے ثابت ہے اور یہ حدیث سورتوں کے شروع میں "بسم اللہ" کے باب میں بھی شک ڈالتی ہے گویا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے بھی اپنی مرضی سے لکھتے اور مٹاتے تھے' حاشا و کلا۔ پس کیا مضائقہ ہے کہ اس حدیث کے بارے میں ہم یہ کہیں کہ یہ ایک بے بنیاد روایت ہے۔

اس روایت کے بارے میں یہ جرح صرف زمانہ حال کے علماء ہی نہیں کر رہے بلکہ ماضی میں بھی علماء اس پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ اور علامہ خطیب شربینیؒ نے قاضی (شاید قاضی ابوبکرؒ) کے حوالے سے لکھا ہے۔

"یہ کہنا (عقل سے) بعید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کی وضاحت نہیں کی ہو گی کہ یہ سورۃ (التوبہ) سورۂ انفال کے بعد آنے والی ہے کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مرتب شدہ ہم تک پہنچا ہے۔ اگر ہم بعض سورتوں کے بارے میں یہ جواز نکالیں کہ ان کی ترتیب من جانب اللہ وحی کی روشنی میں نہیں ہوئی تو یہی وجہ جواز ساری سورتوں اور ہر سورت کی تمام آیتوں کے بارے میں بھی نکل سکتی ہے۔ اس طرح قرآن حجت نہیں رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی وحی کی روشنی میں اس سورۃ (التوبہ) کو سورۃ انفال کے بعد رکھنے کا حکم دیا تھا اور (اس سورۃ کے شروع میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بھی وحی کی روشنی میں حذف کر دیا تھا اور یہ کہنا کہ اس سورۃ کا مضمون سورۃ انفال کے مضمون سے ملتا جلتا تھا اسی مناسبت سے اسے اس سورۃ کے بعد درج کیا گیا ہے' اس وقت درست ہوتا جب ہم یہ قول اختیار کرتے کہ صحابہ کرامؓ نے اسے اپنے اجتہاد سے یہاں رکھا ہے"۔

اس کے بعد علامہ شربینیؒ نے اس موضوع پر چند اور اقوال نقل کئے ہیں اور اس ساری بحث کا ماحصل ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"ان اقوال میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ قرآن جس شکل میں ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک پہنچا ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ترتیب دیا ہوا ہے"۔ (۴۷)

سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے اور خاص طور پر سورۃ توبہ کو سورۃ انفال کے بعد درج کرنے کے باب میں علامہ آلوسیؒ کا موقف بہت عمدہ ہے۔ (کاش علوم القرآن پر کام کرنے والے محققین (علماء و طلباء) کو اس کی خبر ہوئی ہوتی)۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"رہی سورتوں کی ترتیب تو اس کے اجتہادی اور توقیفی ہونے میں اختلاف ہے جمہور علماء نے اس دوسرے قول (توقیفی) کو اختیار کیا ہے"۔

اس کے بعد انہوں نے علامہ ابوبکر انباریؒ اور علامہ کرمانیؒ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ (یہ اقوال اسی مضمون میں پہلے گزر چکے ہیں) اس کے بعد لکھتے ہیں:

"علامہ طیبیؒ نے بھی اسی طرح کہا ہے (کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے) اور یہ قول ایک "جم غفیر" سے مروی ہے تاہم اس مقام پر اس روایت سے دشواری ضرور پیدا ہوتی ہے جسے احمدؒ، ترمذیؒ، ابو داؤدؒ، نسائیؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا ہے"۔

اس کے بعد علامہؒ نے یہ روایت مکمل نقل کی ہے جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

"یہ روایت بتاتی ہے کہ سورتوں کی ترتیب میں اجتہاد کو دخل حاصل رہا ہے۔ اس بناء پر بیہقیؒ نے یہ راہ اپنائی ہے کہ سورۃ براۃ اور سورۃ انفال کے سوا باقی سب سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ امام سیوطیؒ کا شرح صدر بھی اسی (بیہقی کے) قول پر ہوا ہے کیونکہ وہ اس کا جواب نہیں دے سکے اور جس بات پر اس فقیر (علامہ آلوسیؒ) کو شرح صدر ہوا ہے اور اسی قول پر ایک "جمع غفیر" کو بھی شرح صدر حاصل ہے یہ ہے کہ اس وقت جو قرآن دو گتوں کی جلد میں ہے اس قرآن کے بالکل مطابق ہے جو لوح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفوظ میں ہے۔ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن (کی ترتیب) کے معاملے کو یونہی مہمل چھوڑ دیا ہو گا' حالانکہ یہی (قرآن) تو آپ کی نبوت کی روشنی اور شریعت کی دلیل ہے پس ضروری تھا کہ آپ آیتوں اور سورتوں کے مقامات کی مکمل وضاحت فرماتے یا اشارہ (وکنایہ) سے ان کی نشاندہی کرتے۔ اور بالاخر اسی ترتیب (نبوی) پر صحابہ کا اجماع ہوتا........"

علامہ موصوف چند سطروں کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں:

"غرض اس (موجود) مصحف پر اجماع امت کے بعد اخبار احاد پر کان دھرنا مناسب ہے اور نہ آثار غریبہ کی طرف جھانکنا روا ہے۔ (اے قاری!) اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلے' اللہ سبحانہ و تعالٰی تجھے ہدایت بخشے"۔ (آمین) (۴۸ الف)

علامہ آلوسیؒ نے تمام سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے کے قول کو جمہور علماء کا قول قرار دیا ہے اور اپنی تفسیر "روح المعانی" کے دیباچے' (پہلی جلد) اور سورۃ انفال کی تفسیر (۹ ویں جلد) میں یہ صراحت کی ہے کہ اس مسئلے پر انہیں (بلکہ ان کے الفاظ میں "اس فقیر اور "عبد حقیر" کو) اللہ تعالٰی کی طرف سے شرح صدر ہوا ہے کہ تمام سورتوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کی روشنی میں ترتیب دے کر امت کے حوالے کیا ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے درست لکھا ہے ان کی وقیع رائے کے مقابلے میں دوسرے اقوال مرجوح ٹھہرتے ہیں۔ علامہ ابن حزمؒ بھی یہی رائے رکھتے ہیں کہ تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ انہوں نے ان لوگوں کے بارے میں بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جو اس ترتیب میں اجتہاد کا عمل دخل مانتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

جو شخص یہ کہے کہ آیتوں کی تقسیم اور سورتوں کی ترتیب اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں بلکہ لوگوں کی قائم کردہ ہے تو اس جاہل نے جھوٹ بولا اور بے پر کی اڑائی۔ کیا اس نے یہ ارشاد خداوندی نہیں سنا کہ ہم جو آیت منسوخ کریں یا حافظے سے محو کرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لاتے ہیں؟ کیا اس کے کان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آیت الکرسی اور آیت الکلالہ کے بارے میں فرمان نہیں پہنچا؟ کیا اس نے یہ حدیث نہیں سنی کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپؐ فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں مقام پر رکھا جائے؟ اگر سورتوں کی ترتیب لوگوں کی طرف سے مقرر شدہ ہوتی تو اس کی تین صورتیں ممکن تھیں ایک یہ کہ انہیں نزول کے لحاظ سے ترتیب دیا جاتا دوسرے یہ کہ شروع میں بڑی سورتیں ہوتیں اور چھوٹی سورتیں آخر میں تیسرے یہ کہ چھوٹی سورتوں سے آغاز ہوتا اور بڑی سورتوں پر اختتام۔ حالانکہ قرآن کی ترتیب ان تینوں میں سے کسی پر نہیں ہے۔ لہٰذا یہی بات درست ہے کہ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہے۔ اس سے ہٹ کر کوئی رائے صحیح نہیں ہے"۔ (۸ب)

سورتوں کی ترتیب کو ایک اور زاویہ نظر سے دیکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل قرآن ہڈیوں، پتھر کی سلوں، چمڑے اور پارچہ جات وغیرہ پر لکھوا کر محفوظ کر دیا۔ ۲۵ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی سورتوں کو مرتب کرنے بیٹھے، باقی سورتیں تو ترتیب پا گئیں صرف "انفال" اور "توبہ" کا معاملہ الجھ گیا جب انہیں کوئی رہنمائی نہ ملی تو انہوں نے اپنے اجتھاد سے "انفال" کو مقدم اور "توبہ" کو موخر کر دیا، کیا کوئی صاحب علم اس کہانی کو تسلیم کر لے گا؟ کیا تدوین عثمانی سے قبل قرآن میں کوئی ترتیب نہیں تھی؟ کیا دور نبوت سے دور عثمانی تک کسی شخص نے کبھی قرآن نہیں پڑھا تھا؟ مدارس میں قرآن کی تعلیم ہوتی تھی پنجگانہ نمازوں میں اسے پڑھا جاتا اور تراویح میں مکمل پڑھا اور سنا جاتا تھا۔ کیا یہ سارا سلسلہ بغیر کسی ترتیب کے چل رہا تھا؟ ربع صدی کے بعد صحابہ کرام کو معلوم ہوا کہ "انفال، توبہ" سے پہلے آتی ہے! سبحان اللہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظم قرآن

قرآن حکیم کی ترتیب تلاوت میں کمال درجے کا نظم پایا جاتا ہے۔ ہر سورت اور ہر آیت اپنے ماقبل اور مابعد سے مربوط اور منضبط ہے۔ گویا ہار میں موتی پروئے اور انگشتری میں نگینے جڑے ہوئے ہیں کہ ایک موتی کے آگے پیچھے ہونے سے پورا شیرازہ ہی بکھر جائے گا۔

علامہ ابن عربیؒ کہتے ہیں:

"قرآن کی آیتوں کو ایک دوسری کے ساتھ اس طرح ربط دینا کہ وہ سب مل کر مفہوم و معنی کے لحاظ سے مسلسل ایک ہی مضمون اور ایک ہی کلام دکھائی دے۔ نہایت عمدہ اور عظیم علم ہے"۔ (۴۹)

امام فخرالدین رازیؒ لکھتے ہیں:

"قرآن کی بہت سی لطافتیں اور نزاکتیں' آیات کی ترتیب اور ربط میں محنفی ہیں۔ اگر انسان ان پر غور کرتا جائے تو وہ قرآن سے زیادہ لطف اندوز ہو"......

جس نے اس سورۃ (البقرہ) کے لطیف تناسب پر غور کیا ہے اور اس کی دلکش ترتیب کو نظر تامل سے دیکھا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن بلندی معانی اور فصاحت الفاظ ہی کے لحاظ سے معجزہ نہیں ہے بلکہ ترتیب نظم کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ میں جمہور مفسرین کو دیکھتا ہوں کہ انہیں ان باریک اسرار و رموز کی خبر ہی نہیں ہے گویا کہ

والنجم تستصغر الابصار رویته
والذنب للطرف لاللنجم فی الصغر" (۵۰)

اگر نگاہیں تارے کو چھوٹا دیکھتی ہیں تو یہ قصور نگاہوں کا ہے' تارے کا نہیں۔ کیونکہ اس کا حجم اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا وہ نظر آتا ہے۔

شیخ ولی الدین ملوی لکھتے ہیں:

"جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا نزول چونکہ حالات کے تقاضوں کے تحت تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا ہے اس وجہ سے اس میں نظم اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ربط تلاش نہیں کرنا چاہیے' ان کو دھوکا ہوا ہے۔ قرآن حکیم کا نزول بلاشبہ حسب حالات جستہ جستہ ہوا ہے لیکن اس کی ترتیب میں نہایت گہری حکمت ملحوظ ہے"۔ (۵۱)

جو لوگ قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کے درمیان کسی قسم کے ربط اور نظم کے قائل نہیں ہیں اور اس کی تشریح و توضیح بغیر کسی مناسبت کے کرتے ہیں وہ اس عظیم کلام پر بہت بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ کیونکہ قرآن کے علوم و معارف کا اصل خزانہ اس کے نظم ہی میں پوشیدہ ہے۔ تاج محل میں استعمال ہونے والا مسالہ دنیا کی متعدد عمارتوں میں استعمال کیا گیا ہو گا لیکن جس ترتیب اور انداز سے تاج محل میں استعمال ہوا ہے اس نے اسے دنیا بھر میں بے نظیر بنا دیا ہے اسی طرح قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے الفاظ' محاورات' ترکیبیں' ضرب الامثال وغیرہ اہل زبان بھی اپنے کلام میں استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن قرآن کی لاہوتی ترتیب نے ان کو وہ حسن و جمال اور عروج و کمال بخش دیا ہے کہ دنیا کا کوئی کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ا ہندوستان میں مولانا حمید الدین فراہی مرحوم نے نظم القرآن پر قابل قدر کام کیا ہے۔ ان کا انداز ربط تکلفات سے پاک' سیدھا سادھا اور انتہائی دلکش ہوتا۔ مثلاً" وہ سورہ مائدہ کے آغاز میں آنے والے مضامین میں ربط قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورۃ عقود (سورۃ مائدہ) میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کھانے کی چیزوں میں سے جو جو چیزیں جائز ہیں ان کو بیان کیا۔ پھر جن عورتوں سے نکاح جائز ہے ان کو بیان کیا۔ پھر وضو کا ذکر فرمایا۔ اب ان کی مناسبت پر غور کرو گے تو دو چیزیں تمہارے سامنے آئیں گی۔ ایک شئی اور ایک شرط شئی۔ شرائط میں سے وہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جن سے یہ چیزیں پاک ہوتی ہیں۔ اب دیکھو ذبح چوپایوں کو پاک کرتا ہے۔ مہر اور نکاح سے عورتیں پاک ہوتی ہیں اور وضو نماز کی پاکی ہے۔ پھر اس تمام حقیقت کو آخر میں یہ فرما کر کھول دیا'

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھر کم ولیتم نعمتہ علیکم'

اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے بلکہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ شرائط کا بیان ہے۔ اب اشیاء پر غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ یہاں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں، طیبات طعام، طیبات نساء، طیبات نماز۔ اگر اس سے زیادہ تعمق کی نگاہ سے دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ یہ دنیا چونکہ عالم کون و فساد ہے اس وجہ سے یہاں تین عالموں، عالم شخص، عالم نوع اور عالم روح کے نقص کی تلافی تین چیزوں، طعام، نکاح اور نماز سے فرمائی ہے۔ پھر طعام اور نکاح میں ایک مناسبت بھی ہے کہ دونوں میں سے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تخصیص کر دی گئی ہے۔ چنانچہ دیکھو دونوں آیتیں بالکل ایک ہی نہج پر وارد ہوئی ہیں۔ **حرمت علیکم امھتم وبناتکم** اور **حرمت علیکم المیتۃ والدم**۔ اسی طرح نماز اور نکاح میں مناسبت کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ نکاح بدکاری کی آلودگیوں سے حفاظت کرتا ہے اور نماز **فحشاء** اور منکر سے روکتی ہے۔ **ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر**۔ یہ مناسبت دونوں میں پاکیزگی کے پہلو سے تھی۔ اب سورۃ بقرہ میں تخفیف کے پہلو سے ان کی مناسبت دیکھو۔ فرمایا **حافظوا علی الصلوت...... فان خفتم فرجالا او رکبانا**، یہی صورت حال نکاح میں ہے۔ نکاح کی حفاظت حتی الامکان واجب ہے مگر ضرورت کے وقت طلاق کی اجازت دے کر اس میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر ترتیب اپنے اندر ایک نیا جلوۂ حسن و جمال رکھتی ہے"۔ (۵۲)

مولانا فراہیؒ کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے بزرگ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں آیات اور سورتوں کے مابین ربط اور نظم کا خاص خیال رکھا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ سورتیں دو دو کر کے ملائی گئی ہیں اور ان جوڑوں میں خصوصی مماثلت پائی جاتی ہے۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

"ہر سورۃ زوج زوج ہے یعنی ہر سورہ اپنا ایک جوڑا اور مثنی بھی رکھتی ہے اور ان دونوں میں اسی طرح کی مناسبت ہے جس طرح کی مناسبت زوجین میں ہوتی ہے۔ یعنی ایک میں جو خلا ہوتا ہے دوسری اس خلا کو بھرتی ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک میں جو پہلو مخفی ہے دوسری اس کو اجاگر کرتی ہے اور اس طرح دونوں مل کر چاند اور سورج کی شکل میں نمایاں ہوتی ہیں۔ بڑی سورتوں میں اس کو بقرہ اور آل عمران کی مثال سے اور چھوٹی سورتوں میں معوذتین کی مثال سے سمجھئے۔ قرآن میں یہ نظام بالکل کائنات کے نظام کے مشابہ ہے۔ اس کائنات میں بھی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازوں میں بالعموم سورتوں کی تلاوت میں اس نسبت کو ملحوظ رکھتے تھے' سورہ قیامتہ اور دہر' سورۃ صف اور سورۃ جمعہ' اعلیٰ اور غاشیہ آپ نمازوں میں ساتھ ساتھ پڑھتے تھے"۔ (۵۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم کی ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت

قرآن حکیم دیگر کتب کی طرح (پورے کا پورا) یکبارگی نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا نزول جستہ جستہ ہوا ہے۔ جیسے حالات و واقعات پیش آتے تھے انہیں کی مناسبت سے اس کی سورتیں اور آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو دعوت عمل دیتا ہے' معاشرے میں تبدیلی کا خواہاں ہے اور پورے ملک میں انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے۔ یہ انقلاب عرب کی سرزمین میں بپا ہو کر رہا۔ ایک تحریک اٹھی اور تئیس سال کے عرصے میں مختلف نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی اپنی معراج تک پہنچی اس تحریک کے مختلف مراحل میں قرآن مسلسل رہنمائی کرتا رہا۔ موقع و محل کی مناسبت سے نرم اور سخت احکامات اترتے رہے' جن سے ایک طرف تو مسلمانوں کی تربیت ہوتی رہی ان کا جوش اور عزم بڑھتا رہا اور دوسری طرف مخالفتوں کا زور ٹوٹتا رہا اور کافر قائل ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

قرآن کے تھوڑا تھوڑا اترنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ یہ کلام ذہنوں اور دلوں میں نقش ہوتا گیا اس کا یاد کرنا اور سنبھالنا انتہائی آسان ہو گیا۔ اگر پوری کتاب بیک وقت نازل ہوئی ہوتی تو یہ فوائد حاصل نہ ہوتے۔ نیز اس کے احکامات پر عمل کرنا بھی چنداں مشکل نہ رہا۔ اگر پورا مجموعہ قوانین ایک ہی بار نازل کر دیا جاتا تو لوگ اس پر آسانی سے عمل نہ کر سکتے بلکہ اس سے پہلو تہی کرتے جیسا کہ بنی اسرائیل نے تورات کے ساتھ سلوک کیا تھا یہی بات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

> "قرآن میں سب سے پہلے مفصل (کی ایک سورۃ اقراء باسم ربک) اتری جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ حتیٰ کہ جب لوگ اسلام سے مانوس ہو گئے تو حلال و حرام کے احکامات نازل ہوئے۔ اگر شروع ہی میں یہ حکم نازل ہوتا کہ شراب مت پیو۔ تو لوگ کہتے کہ ہم شراب کبھی نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چھوڑیں گے۔ اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا مت کرو تو لوگ کہتے کہ ہم زنا کبھی نہیں چھوڑیں گے"۔ (۵۴)

اسلامی تحریک کے آخری مراحل میں جن ہدایات کی ضرورت تھی اگر وہ ہدایات اور احکامات شروع میں نازل کر دیئے جاتے تو ایک عجیب صورتحال پیدا ہو جاتی۔ مثلاً" حدود و قصاص کے احکامات اگر مکہ مکرمہ میں اترتے تو ان پر عمل کرنے کے لئے نہ تو مسلمانوں کے پاس اختیارات تھے اور نہ فضا سازگار تھی۔ لہٰذا یہ احکامات بے اثر ہو کر رہ جاتے۔ ان کے نازل ہونے کا مناسب موقع وہ تھا جب مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں اپنی ایک ریاست قائم کر لی اور سیاسی فضا سازگار ہو گئی۔

قرآن میں متعدد مقامات پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے گئے ہیں۔ جن آیات میں یہ جوابات نازل ہوتے ہیں ان آیات کا نزول مخالفین کے اعتراض وارد کرنے کے بعد مناسب تھا (اور ہوا بھی ایسے ہی) بصورت دیگر اگر قرآن بیک وقت نازل ہوا ہوتا اور اس میں یہ جوابات بھی درج ہوتے تو مخالفین کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ ابھی ہم نے وہ اعتراض کیا ہی کب تھا جس کا جواب قرآن کی زبان میں نازل ہو رہا ہے۔
(تنجیم القرآن پر علامہ عبدالعظیم زرقانی نے بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ ملاحظہ کیجئے ان کی کتاب "مناھل العرفان" ج اول صفحات ۵۲ تا ۶۲ مطبوعہ دارالفکر ۱۹۸۸ء)

تئیس سال کے عرصے میں متفرق طور پر اترنے والے قرآن حکیم کے اجزاء کو اگر اسی ترتیب سے (تاریخ وار) مرتب کیا جاتا جس ترتیب سے یہ نازل ہو رہا تھا تو مضامین میں کوئی ربط اور تعلق باقی نہ رہتا۔ اس کے لئے ایک دوسری ترتیب درکار تھی جس میں سورتیں اور آیتیں اس طرح رکھی جائیں کہ کلام کا تسلسل بھی نہ ٹوٹنے پائے اور مفہوم و مدعا بھی پہلے سے زیادہ واضح ہو سکے۔ متعدد صحیح اور متواتر روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ جب بھی قرآن حکیم کا کوئی حصہ نازل ہوا تو وحی لانے والے فرشتے نے اس کے مقام کی نشاندہی بھی کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتب وحی کو ہدایت فرماتے تھے کہ اس سورۃ کو فلاں مقام پر رکھو یا ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں مقام پر درج کرو۔

جن لوگوں نے قرآن حکیم کی سورتوں اور آیتوں کو نزول کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کی ہے انہوں نے اپنا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں پایا۔ اس سلسلے میں میور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وائل (Muir Wiel) نوئل ڈیکے، ایچ گرم اور ہرش فلڈ کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

میور نے قرآن حکیم کی سورتوں کے چھ (٦) دور قرار دیئے ہیں اور ہر دور میں (اپنے خیال کے مطابق) متعدد سورتیں درج کی ہیں بایں ہمہ رووکد، وہ اکیس سورتوں کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا کہ ان کا تعلق کس دور سے ہے کیونکہ اسے ان کے نزول کا زمانہ معلوم نہ ہو سکا۔ علاوہ ازیں اس نے اٹھارہ (١٨) سورتوں کو قرآن سے خارج کر دیا ہے اور وجہ یہ تراشی ہے کہ یہ سورتیں اعلان نبوت سے پہلے کی نازل شدہ ہیں۔ (۵۵)

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی است

میور کے علاوہ باقی مستشرقین نے بھی اس بات میں قدم قدم پر ٹھوکر کھائی ہے اور کوئی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکا۔ ہمیں ان معاندین کی تردید کی چنداں فکر نہیں ہے کیونکہ یہ خود ایک دوسرے پر تنقید کرنے کا فرض بھی ادا کر چکے ہیں۔ چنانچہ نوئل ڈیکے کا خیال ہے کہ میور نے قرآن کے چھ دور قرار دینے میں غلطی کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

> "میور نے تفصیلی طور پر ترتیب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اس کا معلوم کرنا ناممکن ہے"۔ (۵٦)

مزید برآں میور نے اپنی ترتیب مکمل کرنے کے بعد انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے لئے اسی موضوع پر ایک مضمون لکھا تو اسے اپنے ابتدائی نظریات بدلنا پڑے۔ اس مضطرب اور مذبذب "تحقیق" پر اسے اپنے دوستوں نے ہی مطعون کر ڈالا۔

مخالفین اسلام اور خصوصاً" مستشرقین کے پیش نظر نہ کوئی علمی خدمت ہے اور نہ قرآن حکیم کی تشریح و توضیح کا جذبہ۔ یہ لوگ علم کے نام پر جہالت کو فروغ دے رہے ہیں۔

مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

> "اس سوال (قرآن حکیم کی ترتیب نزولی) سے انیسویں صدی عیسوی کے نصف میں ولیم میور (William Muir)، ویل (Wiel) اور راڈ ویل (Rod Well) نے خاصی دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور ان تمام پیمانوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے جن سے ان کے تعین میں مدد مل سکتی ہے۔ بظاہر ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی یہ کوشش خالص علمی نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو ان کے جذبہ استشراق کے تحت وہ تمام شکوک و شبہات صاف جھلکتے ہوئے نظر آئیں گے جن کو یہ اسلامی حلقوں میں پھیلانے کے خواہش مند ہیں"۔ (۵۷)

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ قرآن حکیم کی ترتیب نزول کا کھوج سعی لاحاصل ہے۔ مشیت ایزدی اسے باقی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ مہبط وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ اولین قارئین و سامعین نے اس کا زیادہ تردد نہیں کیا تو ماوشما اس فکر میں پڑ کر قرآن حکیم کو کونسی خدمت بجا لائیں گے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن عہد صدیقی میں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ'

"جنگ یمامہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا۔ میں گیا تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب صدیق نے کہا کہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یمامہ کی لڑائی میں قرآن کے بہت سے قاری مارے گئے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اسی طرح جنگوں میں قاری مرتے رہے اور قرآن کا بیشتر حصہ ہاتھ سے جاتا رہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کر سکتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ کام بہت اچھا ہے۔ چنانچہ وہ بار بار اسی پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے شرح صدر عطا فرمایا اور میری رائے بھی وہی قرار پائی ہے جو عمر کی تھی۔ آپ ایک سمجھدار نوجوان ہیں ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے مزید براں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی وحی لکھا کرتے تھے۔ ایسا کرو کہ قرآن کا کھوج لگاؤ اور اسے جمع کرو"۔

حضرت زید نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر وہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کے بارے میں کہتے کہ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دو تو وہ کام میرے لئے اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا قرآن حکیم کو جمع کرنا مشکل محسوس ہوا۔ میں نے کہا کہ تم لوگ وہ کام کیونکر کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کام اچھا ہے اور برابر مجھ سے یہی کہتے رہے۔ حتیٰ کہ مجھے بھی حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرح شرح صدر نصیب ہوا۔ چنانچہ میں نے قرآن کی تلاش شروع کی' کہیں کھجور کی چھڑیوں پر' کہیں باریک پتلے پتھروں پر (قرآن لکھا ہوا ملا) اور کہیں لوگوں سے سن کر جنہیں قرآن حفظ تھا (غرض اس طرح مختلف مقامات سے میں نے قرآن کو جمع کیا) حتیٰ کہ میں نے سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں "لقد جاء کم رسول من انفسکم......" (آخر تک) ابو خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی پائیں ان کے علاوہ کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ ملیں پھر یہ مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آیا ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا"۔ (۵۸)

اگرچہ قرآن حکیم دور نبوتؐ ہی میں اول سے آخر تک مکمل لکھ لیا گیا تھا۔ لیکن وہ تمام تحریریں متفرق اور منتشر تھیں۔ ایک تو کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے مکمل قرآن کو ایک ہی جلد میں لکھنا ممکن نہ تھا دوسرے اس کی سورتیں اور آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات تک مسلسل نازل ہوتی رہیں اور لکھنے والوں کو یہ علم نہ تھا کہ نئی نازل شدہ سورت کس سورت سے پہلے اور کس کے بعد لکھی جائے اور اسی طرح آیتیں کس کس سورت میں درج کی جائیں جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود وضاحت نہ فرماتے۔ نیز کسی آیت کے منسوخ ہونے کا بھی امکان رہتا تھا۔ لہٰذا مکمل قرآن کو ایک ہی جلد میں لکھنا اور کتابی شکل میں ڈھالنا وحی مکمل ہونے کے بعد ہی ممکن تھا۔

دور نبوت میں چمڑے کے ٹکڑوں' کھجور کی چھڑیوں' پتھر کی سلوں' اونٹ کے شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھے ہوئے قرآن کی شیرازہ بندی کا خیال سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کار خیر کے لئے آمادہ کیا۔ کتابت کیلئے قرعہ فال حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے نام پڑا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی رہ چکے تھے۔ ان کے اظہار رضامندی کے بعد اس مسئلے پر مزید غور و خوض کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان پر شوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا جس میں بائیس جلیل القدر صحابہ کرام نے شرکت فرمائی۔ ان سب صاحبان علم و فضل نے حضرت عمر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضی اللہ عنہ کی تجویز کی تائید کی کہ قرآن حکیم کو کتابی شکل میں یکجا کیا جائے۔ (۵۹)

خلیفہ الرسول رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ گئے اور اعلان کر دیا گیا کہ جس شخص نے قرآن حکیم کا جس قدر حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا ہو اور لکھ رکھا ہو وہ اپنا نوشتہ لائے چنانچہ لوگوں نے مختلف اشیاء پر لکھے ہوئے قرآن حکیم کے اجزاء فراہم کر دیئے ہر تحریر کے ثبوت کے لئے دو معتبر گواہ پیش ہوتے مزید برآں حفاظ اس کی تصدیق کرتے اور جب حضرت زید رضی اللہ عنہ مطمئن ہوتے تو اس حصہ قرآن کو لکھ لیتے تھے۔ اس طرح مکمل قرآن کی کتابت پر ڈیڑھ سال صرف ہوا۔ (۶۰) اس نسخہ قرآنی کو عرضہ اخیرہ کی ترتیب کے مطابق لکھا گیا تھا کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرضہ اخیرہ میں شرکت کی تھی اور وہ اس ترتیب کے گواہ تھے۔

علامہ حارث محاسبی لکھتے ہیں:

> "قرآن کی کتابت کوئی نئی بات (بدعت) نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قرآن لکھنے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن ان کے دور کا لکھا ہوا قرآن' ٹکڑوں اونٹ کے شانہ کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں پر متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اتنا کام کیا کہ اسے ایک مقام سے نقل کر کے دوسرے مقام پر اکٹھا لکھنے کا حکم دیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں قرآن کے کچھ اوراق منتشر پائے گئے پھر کسی نے ان سب کو جمع کر لیا' شیرازہ بندی کی اور دھاگے سے سی دیا تاکہ اس سے کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے"۔ (۶۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن حکیم نہایت احتیاط سے قلمبند کیا گیا۔ ہر سورت اور ہر آیت کو ٹھیک ٹھیک اسی مقام پر درج کیا گیا جو مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود متعین فرمایا تھا۔ عبد خیر کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قرآن حکیم کی اس عظیم خدمت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"رحمتہ اللہ علی ابی بکر کان اعظم الناس اجرا فی جمع المصاحف و ھو اول من جمع بین اللوحین"۔ (۶۲ ا)

"اللہ کی رحمت ہو ابوبکرؓ پر' انہوں نے قرآن کی تدوین پر سب لوگوں سے زیادہ اجر پایا' وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن کو دو تختیوں (گتوں) کے درمیان یکجا کر دیا ہے"۔

مشہور شیعہ عالم علامہ خوئی نے بھی اسی مضمون کی ایک روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

"ابن ابی شیبہ اپنی سند سے امیرالمومنین (ع) سے نقل کرتے ہیں: قرآن کی جمع آوری میں سب سے زیادہ ثواب حضرت ابوبکرؓ کو ملے گا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن کو کتاب کی صورت میں جمع کیا"۔ (۶۲ ب)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس خدمت قرآنی کو اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی سراہا ہے۔ چنانچہ مشہور مستشرق ولیم میور لکھتے ہیں:

"کوئی جزء' کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو۔ نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ اگر ایسے الفاظ یا فقرے ہوتے تو ضرور تھا کہ ان کا تذکرہ ان احادیث میں ہوتا جن میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی افعال اور اقوال کی نسبت محفوظ رکھی گئی ہیں"۔ (۶۳)

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو نسخہ قرآنی مرتب ہوا۔ اس کا نام "مصحف ام" رکھا گیا۔ یہ مصحف آخر وقت تک انہیں کی تحویل میں رہا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی مصحف کی متعدد نقول تیار کرا کے اپنی مملکت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف صوبوں کی طرف روانہ کیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مروان بن حکم مدینہ منورہ کا گورنر بن کر آیا تو اس نے یہ مصحف ام المومنینؓ سے طلب کیا۔ انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے یہ مصحف جبراً" حاصل کرے چاک کر ڈالا۔

مولانا شبلی نعمانیؒ مروان کی اس جسارت پر طنزیہ انداز میں لکھتے ہیں:

"بنو امیہ کے جو احسانات اسلام پر ہیں' ان میں ایک یہ بھی احسان عظیم ہے"۔ (۶۴)

علامہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ خلیفہ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں (۶۵) اس زمانے میں تحریر و کتابت کی سہولتیں بہت کم تھیں اس کے باوجود بکثرت لوگوں نے قرآن کے نسخے لکھ رکھے تھے اور حفظ کرنے والوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی کیونکہ اس دور میں کتابوں سے زیادہ انسانی حافظے پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن عہد فاروقی میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک عظیم فضیلت یہ ہے کہ قرآن کے جمع و تدوین کا خیال سب سے پہلے انہیں کے دل میں ہوا۔ انہوں نے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کارِ خیر کیلئے آمادہ کیا۔ انہیں کی تحریک کے نتیجے میں قرآن کو کتابی شکل دی گئی اور جب انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو قرآن حکیم کی تعلیم و تدریس کی طرف توجہ دی۔ مدارس قائم کئے' ان میں معلم متعین کئے' ان کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں' تعلیم و تدریس کے اصول و قواعد بنائے اور لوگوں کے لئے قرآن کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔

دور نبوت ہی سے قرآن حکیم کی سورتیں اور متعدد حصے انفرادی طور پر صحابہ کرام لکھنے لگے تھے۔ بعض لوگ اپنی یادداشت کے لئے آیات قرآنی کے ساتھ تفسیری اور تشریحی جملے بھی لکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی تحریریں طلب کر کے تلف کرا دیں' تاکہ آئندہ آنے والے لوگوں کو متن قرآن کے باب میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ پیش نہ آئے۔ آپ کے دور خلاف میں مصر' عراق اور شام و یمن میں ایک محتاط اندازے کے مطابق قرآن حکیم کے ایک لکھ نسخے لوگوں کے پاس موجود تھے۔ (ص ۶۶) تصور کیجئے کہ حجاز مقدس اور دیگر اسلامی مفتوحہ علاقوں میں قرآن حکیم کے قلمی نسخے کس قدر ہونگے۔ یہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قرآن حکیم کے ساتھ لگاؤ کے ثمرات تھے جن میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح کی جماعت کا اہتمام کیا۔ آپ سے قبل لوگ انفرادی طور پر یہ نماز ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رات کے وقت آپ مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو تراویح ادا کرتے دیکھا تو سوچا کیوں نہ ان سب (الگ الگ نماز پڑھنے والوں) کو باجماعت نماز پڑھائی جائے چنانچہ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو آمادہ کیا کہ وہ لوگوں کو تراویح کی نماز پڑھائیں اور اس میں انہیں مکمل قرآن حکیم سنائیں۔ چنانچہ آپ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اقدام قرآن حکیم کی خدمات کے سلسلے میں ایک عظیم خدمت شمار کیا جاتا ہے۔ جس کی بدولت دنیا بھر کے مسلمانوں کو سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن حکیم سننے کا موقع ملتا ہے۔

قرآن عہد عثمانی میں

زبان میں لب و لہجہ کا اختلاف ایک فطری چیز ہے۔ ایک ملک میں ایک ہی زبان بولنے والوں کے درمیان (علاقے اور شعوب و قبائل کے اختلاف کی وجہ سے) الفاظ و محاورات وغیرہ میں صدہا اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اردو ہی کو لیجئے لکھنؤ کی زبان دلی کی زبان سے مختلف ملے گی۔ کراچی میں بولی جانے والی اردو لاہور اور اسلام آباد کی اردو سے زیادہ صاف اور شستہ ہے اور یہی حال دوسری زبانوں کا ہے۔ عربی زبان میں بھی علاقے اور قبائل کے اختلاف کی بناء پر متعدد اختلافات تھے۔ ایک ہی لفظ کو مختلف قبائل کے لوگ مختلف انداز سے بولتے اور لکھتے تھے۔ ذیل میں اس اختلاف کا ایک نمونہ ملاحظہ کریں۔

قریش کی لغت	دیگر قبائل کے لغات	
الکتاب	المتاب	حمیر
تابوت	تابوہ	اھل مدینہ
حتی حین	عتی عین	ہذیل
اسلم	عسلم	تمیم
اعطی	انطی	اسد
الناس	النات	اھل یمن
کلام	شلام	اھل یمن
عشی	عشیج	قضاعہ (٦٧)

چونکہ بعض حروف کے مخارج اور ان کے ادا کرنے کی کیفیت سے معنی اور مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے شروع میں لوگوں کو قرآن حکیم اپنے اپنے قبیلے کی زبان اور لب و لہجہ میں پڑھنے کی اجازت تھی لیکن ان اختلافات نے بڑھ کر فتنہ کی شکل اختیار کر لی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ اختلافات انتہا کو پہنچ گئے اور ضرورت محسوس ہوئی کہ ان اختلافات کو دور کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جرات مندانہ قدم اٹھایا۔ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکیم کی قرات کے تمام اختلافات مٹا کر امت کو ایک قرات پر متفق کر دیا۔

علامہ ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک معلم ایک قرات کے مطابق پڑھاتا تھا تو دوسرا معلم کسی دوسری قرات کے مطابق۔ پھر جب طلباء آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے مختلف قرات کرتے تھے۔ یہ اختلافات اساتذہ تک بھی پہنچتے تھے۔ (نوبت باینجا رسید کہ) لوگ (اختلاف) قرات کی بناء پر ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جا پہنچی' آپ نے (لوگوں کو جمع کر کے) خطاب کیا اور فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس ہوتے ہوئے قرآن کی مختلف قرات کرتے ہو تو جو لوگ مجھ سے دور دوسرے شہروں میں بستے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ شدید اختلاف قرات سے دوچار ہونگے۔ اے اصحاب محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے ایک امام (رہنما اور معیاری نسخہ قرآن) لکھو"۔ (۶۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس خدشے کا اظہار کیا وہ درست تھا۔ قرآن کی مختلف قراتیں امت میں انتشار کا باعث بننے لگی تھیں۔ ہر شخص اپنے قبیلے اور اپنے علاقے کی قرات کو صحیح اور دوسری قراتوں کو غلط سمجھتا تھا حتیٰ کہ معاملہ ایک دوسرے کی تکفیر تک جا پہنچا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ۲۵ ھجری میں جہاد آرمینیا اور آذربیجان سے لوٹے تو انہوں نے وہاں کے اختلاف قرات اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے فتنہ کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توجہ مبذول کرائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

"حضرت حذیفہ اہل عراق کے ساتھ مل کر آرمینیا اور آذربیجان کے محاذ پر لڑے۔ وہاں انہوں نے عراقیوں کا قرآن سنا اور ان کی قرات کے اختلافات دیکھ کر سخت گھبرائے' مدینہ لوٹے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے' اے امیر المومنین! اس امت کی خبر لو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت بھی کتاب اللہ میں اسی اختلاف کا شکار ہو جائے جس سے یہودی اور عیسائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوچار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنا مصحف ہمارے پاس بھیج دیں ہم س کی نقول تیار کر کے (اصل نسخہ) واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مصحف بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرات زید بن ثابتؓ' عبداللہ بن زبیر' سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا اور انہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں (زید بن ثابت کے علاوہ باقی تینوں حضرات قریشی تھے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر کسی لفظ کے بارے میں تمہارا اور زید کا اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کے محاورے کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن انہیں کے محاورے کے مطابق نازل ہوا ہے۔ بہرکیف انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جب یہ کام مکمل ہوا اور مصاحف لکھے جا چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین کی طرف ان کا مصحف واپس بھیج دیا اور لکھے ہوئے مصاحف کا ایک ایک نسخہ ایک ایک ملک کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ یہ فرمان بھی جاری کیا کہ ان نسخوں کے علاوہ جہاں جہاں قرآن حکیم لکھا ہوا ملے اسے نذر آتش کر دیا جائے۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ جب ہم مصاحف نقل کر رہے تھے تو میں نے سورۃ احزاب کی ایک آیت نہ پائی جسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا تھا۔ ہم نے اسے تلاش کیا تو ہمیں خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس یہ آیت لکھی ہوئی مل گئی وہ آیت یہ تھی'

"من المومنین رجال صدقو اماعاھدوا اللہ علیہ"

ہم نے اسے (سورۃ احزاب میں) اپنے مقام پر درج کر دیا"۔ (۷۹)

بروقت اقدام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختلاف قرات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فتنہ کا بروقت تدارک کیا۔ چار صحابہ کرام پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی۔ صحابہ کرام کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اس کمیٹی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ "مصحف ام" کو سامنے رکھ کر اس کی نقول لکھنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا کام شروع کر دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لکھے گئے قرآن حکیم کے اجزاء دوبارہ اکٹھے کئے گئے۔ حفاظ اور قراء سے بھی مدد لی گئی۔ ہر آیت کو لکھتے وقت یہ دیکھا جاتا تھا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبوں نے کس انداز سے لکھا تھا۔ حفاظ اس کی تصدیق کرتے اور قاری اس کے رسم الخط کی نشاندہی کرتے تھے۔ اس طرح مکمل تصدیق کے بعد اس آیت کو لکھا جاتا تھا۔ مزید برآں اگر کبھی لکھنے والوں کے درمیان کسی لفظ کے بارے میں اختلاف رونما ہوتا تو اسے اصل زبان (قریش) کی لغت اور محاورے کی روشنی میں رفع کیا جاتا تھا۔ مثلاً "تابوت" کے بارے میں اختلاف ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اسے "تابوہ" لکھنا چاہتے تھے۔ متعدد صحابہ کرام سے اس کی تحقیق کی گئی بالاخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اس کا فیصلہ کیا کہ اسے "تابوت" لکھا جائے کیونکہ قریش اسے اسی طرح بولتے ہیں (۔ ۷۰) چنانچہ اس لفظ کو ایسے ہی لکھا گیا۔ اگر کبھی کسی آیت کی قرات کے بارے میں اختلاف ہوا تو صحابہ کرام راہنمائی کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی تھی پھر اس شخص کو بلایا جاتا اور اس سے پوچھا جاتا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کس طرح پڑھائی تھی؟ وہ پڑھ کر سناتا تو اس کے مطابق اس آیت کو درج مصحف کیا جاتا تھا۔ اگر وہ شخص مدینہ منورہ سے دور ہوتا اور بروقت نہ پہنچ سکتا تو اس کے آنے تک مصحف میں اس آیت کی جگہ خالی چھوڑ دی جاتی تھی (۔ ۷۱) غرض جمع و تدوین قرآن کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر ممکن احتیاط برتی "مصحف ام" کی ہو بہو نقل تیار کرائی دونوں میں بال برابر فرق بھی رونما نہ ہوا۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

"حتی صرحوا بان عثمان لم یصنع شیئا فیما جمعہ ابوبکر من زیادۃ او نقص او تغییر ترتیب سوی انہ جمع الناس علی القراءۃ بلغتہ قریش محتجا بان القران نزل بلغتہم"۔ (۷۲)

محققین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع شدہ (مصحف) میں نہ کوئی اضافہ کیا' نہ کمی کی اور نہ اس کی ترتیب بدلی۔ انہوں نے کیا تو صرف یہ کام کیا کہ لوگوں کو قریش کی زبان (محاورے) کے مطابق قرات (پڑھنے) پر جمع کر دیا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ قرآن انہیں کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہنے والے (بلا سوچ سمجھے) کہہ دیتے ہیں کہ اختلاف قرات تو آج تک موجود ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کون سے اختلاف قرات کو مٹایا تھا؟ انہیں نہیں معلوم کہ موجودہ اختلاف قرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متواتر سندوں کے ساتھ منقول ہے۔ ایک ہی لفظ مختلف قاری مختلف طرز سے پڑھتے ہیں جس سے معنی و مفہوم متاثر نہیں ہوتا اور نہ کسی فتنے کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ اس پر ہماری چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ قرات کے ان اختلافات پر قاریوں کے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرات کے فقط ان اختلافات کو مٹایا تھا جو مختلف قبائل اور مختلف علاقوں (شہروں اور ملکوں) کی لغات (زبان) کے اختلافات سے پیدا ہو گئے تھے جن کی بناء پر فتنہ و فساد کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

(اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں ان پر اور ان کے رفقاء کار پر۔ آمین)

ان مصاحف کی تیاری پر پانچ سال کا عرصہ صرف ہوا۔ یعنی ۲۵ ھ سے ۳۰ ھ تک مسلسل یہ کام ہوتا رہا۔ (ے ۷۳) اس عرصے میں سات مصاحف لکھے گئے۔ ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اپنے لئے رکھا اور باقی چھ حسب ذیل صوبوں کی طرف بھجوا دیئے۔ ۱۔ شام، ۲۔ مصر، ۳۔ بصرہ، ۴۔ کوفہ، ۵۔ مکہ مکرمہ، ۶۔ یمن (۷۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صوبوں کے عمال کی طرف یہ فرمان بھی جاری کیا کہ وہ اور عوام ان مستند نسخوں کے مطابق اپنے لئے مصاحف تیار کریں اور ان سے ہٹ کر اگر کوئی مصحف پایا جائے تو اسے تلف کر دیں۔ چنانچہ آپ نے متعدد مصاحف (جو ان مستند مصاحف سے ترتیب میں مختلف تھے) جمع کر کے تلف کرا دیئے۔ اکثر روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ آپ نے ان مصاحف کو نذر آتش کر دیا تھا لیکن علامہ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی نسخے جلائے نہیں تھے بلکہ ان کے استعمال پر پابندی لگا دی تھی۔ علامہ شبلیؒ نے ابن حجرؒ کی یہ رائے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

> "حضرت عثمانؓ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ قرآن کے متفرق و مختلف اجزاء کے حکم سے جلا دیئے گئے، روایت کے الفاظ میں "بحرق" (حائے حطی) سے بیان کیا جاتا ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بڑے وثوق اور تصریح کے ساتھ لکھتے ہیں کہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"فی روایتہ الاکثر ان یخرق بالخاء المعجمتہ وھوا ثبت"

یعنی اکثر روایتوں میں "یحرق" کی جگہ جس سے جلانے کا ثبوت دیا جاتا ہے "یخرق" خائے نخذ سے وارد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ قرآن کے غیر مرتب نسخے خرقہ کی طرح لپیٹ کر رکھ دیئے جائیں یعنی اب ان سے کام نہ لیا جائے"۔ (۷۵)

بہرکیف صورت واقعہ جو بھی ہو یہ بات طے ہو گئی تھی کہ ایک مستند' معیاری اور رہنما (امام) نسخے کے مرتب ہونے کے بعد دوسرے نسخوں کے استعمال کی کوئی وجہ جواز باقی نہیں رہی۔ انہیں لپیٹ کر رکھ دنیا یا جلا کر تلف کر دینا یکساں ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی عظیم اکثریت نے حضرت عثمانؓ کی کارروائی کو تحسین کی نظر سے دیکھا تھا اور کسی شخص سے کوئی اعتراض یا تنقید منقول نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"ایھا الناس! ایا کم والغلو فی عثمان' تقولون حرق المصاحف' واللہ ماحرقھا الا عن ملاء من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم' ولوولیت مثل ماولی لفعلت مثل الذی فعل"۔ (۷۶)

اے لوگو! عثمانؓ کے بارے میں حد سے مت بڑھو۔ تم کہتے ہو کہ انہوں نے مصاحف نذر آتش کر دیئے ہیں۔ بخدا انہوں نے یہ کارروائی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جماعت کے مشورہ سے کی ہے۔ اگر مجھے بھی وہی اختیارات حاصل ہوتے جو انہیں حاصل تھے تو میں بھی وہی قدم اٹھاتا جو انہوں نے اٹھایا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب بغاوت کا طوفان اٹھا تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے لیکن ان کے مخالفین میں سے کسی نے بھی ان پر قرآن حکیم کے بارے میں کوئی نکتہ چینی نہ کی کیونکہ انہوں نے مصاحف کی تیاری نہایت احتیاط سے کرائی تھی اور اس میں اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کیا تھا۔ بصورت دیگر ناممکن تھا کہ ان کے خون کے پیاسے باغی خاموش رہتے۔ تقریباً" یہی بات بعض شیعہ علماء نے بھی اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ علامہ خوئی مرحوم نے اپنی تفسیر میں "تحریف" کے مسئلہ پر اچھی خاصی بحث کی ہے۔ خلفاء ثلاثہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریف قرآن کے الزام کی تردید کرتے ہوئے جب حضرت عثمانؓ کا ذکر آیا تو لکھتے ہیں :

"باقی رہا یہ احتمال کہ حضرت عثمانؓ نے تحریف کی ہو' یہ پہلے سے بھی زیادہ بعید اور ضعیف ہے کیونکہ............... اگر تحریف قرآن کے مرتکب حضرت عثمانؓ ہوتے تو یہ قاتلین حضرت عثمان کے لئے معقول عذر اور بہترین دلیل بنتی اور قاتلین کو یہ جواز پیش کرنے کی ضرورت نہ پڑتی کہ حضرت عثمانؓ نے بیت المال کے سلسلے میں سیرت شیخینؓ کی مخالفت کی ہے۔ یا اس کے علاوہ دوسرے احتجاجوں کی ضرورت نہ ہوتی"۔ ۷۷

بعض روایات میں یہ بات منقول ہوئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مصاحف کی تیاری میں کچھ رنجش تھی۔ انہوں نے اپنا مصحف تلف نہیں کیا تھا بلکہ چھپا لیا تھا اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے اپنے مصاحف چھپانے کی تلقین کرتے رہے تھے یہ رنجش کچھ عرصے تک رہی بالاخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اس مضمون پر مشتمل ایک خط بھیجا کہ جس مصحف پر صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے مصلحت اس بات میں ہے کہ آپ بھی اسی کو تسلیم کر لیں' صحابہ کا ساتھ دیں اور مخالفت ترک کر دیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے :

"فاناب واجاب الی المتابعۃ و ترک المخالفۃ رضی اللہ عنھم اجمعین"۔ (۷۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا' صحابہ کرام کا اتباع کرنا اور مخالفت چھوڑنا قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں :

"مصاحف عثمانیہ اختلاف (قرات) کی تاریک فضا میں منارۂ نور' فتنے کی رات میں روشن قندیل' لڑائی جھگڑے کے ماحول میں منصف عادل اور بیماری کی مصیبت میں موثر نسخہ شفا ثابت ہوئے"۔ ۷۹

مصاحف عثمانیہ کا سراغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"انی رایت احد عشر کو کبا"

ڈاکٹر صبحی صالح اور علامہ زرقانی کا خیال ہے کہ اس وقت دنیا میں مصاحف عثمانیہ میں سے ایک نسخہ بھی موجود نہیں ہے۔ کیونکہ جن قدیم نسخوں کو حضرت عثمانؓ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ان پر اعراب اور نقطے لگے ہوئے ہیں' علامات اعشار اور سورتوں کے درمیان فصل کے نشانات ثبت ہیں حالانکہ مصاحف عثمانیہ ان مندرجات سے معری تھے (۸۰) لیکن ان بزرگوں کی رائے محل نظر ہے۔ ماضی میں متعدد اہل علم نے قدیم مصاحف کی چھان بین کے دوران چند مصاحف کے بارے میں تصدیق کی ہے کہ ان کا تعلق عہد عثمانی سے ہے کیونکہ ان مصاحف پر حضرات عثمان' زید بن ثابت اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دستخط اور نام لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

پروفیسر عبدالصمد صارم نے اپنی کتاب "تاریخ القرآن" میں ان مصاحف کی تفصیلات لکھی ہیں۔ جن کی تلخیص حسب ذیل ہے۔

۱۔ص **مصحف عثمان اول :** مصحف جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ بوقت شہادت آپ اسی کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کے بعد یہ خلفاء بنو امیہ کے پاس رہا۔ ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں اس کی زیارت کی تھی۔ جنگ عظیم اول میں یہ نسخہ روسیوں کے ہاتھ آگیا تھا کچھ عرصہ ماسکو میں رہا پھر ترکستانی مسلمانوں نے اس کے حصول کی لئے روسی حکومت سے رابطہ قائم کیا۔ (پروفیسر صارم نے یہیں تک لکھا ہے اس کے علاوہ انہوں نے اس مصحف کے بارے میں کوئی معلومات فراہم نہیں کیں۔)

۱۹٦۱ء میں پاکستان میں متعین روسی سفیر نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا:

"تاشقند میں کلام پاک کا وہ نسخہ موجود ہے جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت فرما رہے تھے"۔ (۸۱)

۱۹٦٦ء میں پاکستان کے صدر محمد ایوب خان مرحوم تاشقند گئے تھے۔ وہاں کے مفتی اعظم نے اس مصحف کی ایک عدد فوٹو کاپی انہیں بطور تحفہ دی تھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ وطن لائے تھے۔ آج کل یہ متاع بے بہا کراچی کے قومی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ فوٹو کاپی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد کا طول بیس انچ' عرض سولہ انچ اور وزن تین چار کلو کے لگ بھگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ پہلی جلد سورۃ البقرۃ کی آیت "**ولھم عذاب عظیم**" سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدائی دو یا تین صفحات کا فوٹو اس میں شامل نہیں ہے۔ چوتھی جلد سورۃ شوریٰ تک ہے۔ اس کے بعد کا حصہ قرآن پانچویں جلد میں ہو گا جو اس مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔

اس مصحف کا قلم موٹا اور تحریر صاف ہے۔ یہ نسخہ نقطوں' اعراب اور دیگر علامات سے خالی ہے۔ سورۃ توبہ کے سوا ہر سورۃ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع ہوتی ہے' یعنی دو سورتوں کے درمیان خط امتیاز یہی تسمیہ ہے۔ پہلی جلد میں صفحات کے نمبر بھی درج ہیں۔ شاید یہ کام پاکستان میں ہوا ہے کیونکہ باقی تین جلدوں میں صفحات کے نمبر نہیں ملتے۔ اس فوٹو کاپی سے اصل نسخہ کے کاغذ کا انتہائی بوسیدہ اور خستہ ہونا بھی جھلکتا ہے' کیونکہ چند مقامات پر کاغذ چسپاں کر کے اصل کاغذ کی مرمت کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر اس مرمت کے کام سے کچھ الفاظ بھی چھپ گئے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی فوٹو نہایت صاف اور الفاظ نمایاں ہیں۔ رسم الخط کوفی ہے۔ ذرا سی کوشش اور توجہ سے یہ رسم الخط پڑھا جا سکتا ہے۔ (راقم الحروف کو اس فوٹو کاپی کی زیارت کا شرف اپنے کراچی کے قیام کے دوران نومبر ۱۹۸۸ء میں حاصل ہوا تھا۔)

۲۔ **مصحف مدنی :** اسے "مصحف امام" بھی کہا جاتا ہے۔ اس پر لکھا ہے۔ "**ھذا ما اجمع علیہ جماعتہ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' منھم زید بن ثابت' و عبداللہ بن الزبیر' و سعید بن العاص**" اس کے بعد کچھ اور صحابہ کرام کے نام بھی درج ہیں۔ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے مدینہ منورہ میں رکھا گیا تھا۔ ان کی شہادت کے بعد مختلف خلفاء کو منتقل ہوتا رہا۔ اسپین فتح ہوا تو مسلمان اسے اندلس لے گئے۔ وہاں سے مراکش کے دارالخلافہ فاس پہنچا۔ پھر وہاں سے اسے واپس مدینہ منورہ لایا گیا۔ جنگ عظیم اول میں مدینہ کا گورنر فخری پاشا اسے دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ وہاں ابتک یہ مصحف موجود ہے۔

۳۔ **مصحف مکی :** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصحف مکہ مکرمہ بھیجا تھا وہ عرصہ دراز تک وہاں موجود رہا۔ شیخ عبدالملک نے ۷۳۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ آٹھویں صدی ہجری یا اس کے بعد کسی زمانے میں یہ مصحف دمشق منتقل ہو گیا۔ مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں :

> "یہ مصحف میرے سفر قسطنطنیہ کے زمانے تک دمشق میں موجود تھا۔ کئی برس ہوئے جب سلطان عبدالحمید خان کے زمانہ میں جامع مسجد جل گئی تو یہ مصحف بھی جل گیا"۔ (۸۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا شبلی مرحوم نے اپنا یہ تاریخی سفر غالباً" ۱۸۹۲ء میں کیا تھا۔

۴۔ **مصحف شامی :** اس مصحف نے تاریخ کے متعدد نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ ۶۴۵ ھ میں ایک جنگ کے ہنگامے میں یہ گم ہو گیا تھا۔ بازیابی کے بعد اسے تلمسان کے شاہی خزانہ میں رکھا گیا۔ وہاں سے اسے ایک تاجر خرید کر مراکش کے دارالحکومت فاس لایا تھا جہاں یہ نسخہ آج تک محفوظ ہے۔

۵۔ **مصحف بصری :** کتب خانہ خدیو (مصر) میں موجود ہے۔ اسے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ایک وزیر نے تیس ہزار اشرفیوں میں خریدا تھا۔

۶۔ **مصحف یمنی :** کتب خانہ جامعہ ازھر (مصر) میں موجود ہے۔

۷۔ **مصحف بحرین :** فرانس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۸۔ **مصحف کوفی :** قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں رکھا ہوا ہے۔

ان مصاحف کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے تین اور مصاحف کا بھی سراغ مل گیا ہے۔

۹۔ **مصحف عثمان دوم :** جامع سیدنا حسین قاہرہ (مصر) میں موجود ہے۔

۱۰۔ **مصحف عثمان سوم :** جامعہ ملیہ دہلی کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ مولانا شمس الحق افغانیؒ لکھتے ہیں :

"اگر ہنگامہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہو تو موجود ہو گا"۔ (۸۳)

۱۱۔ **مصحف عثمان چہارم :** اس نسخہ پر رقم ہے، "کتبہ عثمان بن عفان" یہ نسخہ ہندوستان میں شاہان مغلیہ کے پاس تھا۔ اکبر بادشاہ کی مہر اس پر ثبت ہے۔ دور غلامی میں یہ ایک انگریز میجر راونس کو ملا تھا اس نے اسے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کے حوالے کر دیا۔ آج کل یہ مصحف انڈیا آفس (لندن) کی لائبریری کی زینت ہے۔ آہ!

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخارا (۸۴)

علامہ اقبالؒ نے بھی اپنی آبائی متاع کو یورپ میں دیکھ کر ماتم کیا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرآن حکیم کے ساتھ گہرا شغف تھا۔ نزول قرآن کے وقت جو لوگ وحی قلبند کیا کرتے تھے ان میں آپ کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ آیات کے شان نزول سے اچھی طرح واقف تھے' ناسخ و منسوخ کا علم رکھتے تھے' تاویل اور تفسیر میں رسوخ حاصل تھا۔ سیاسی معاملات میں اکثر و بیشتر قرآن سے استدلال کرتے تھے۔ آپ کے دور میں خارجیوں نے "ان الحکم الا للہ" کا نعرہ بلند کیا اور اس آیت سے غلط استدلال کرتے ہوئے آپ کے خلاف بغاوت کر دی تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا تھا'

"کلمتہ حق ارید بھا الباطل"۔

بات تو سچی ہے (لیکن) اس سے باطل (فتنہ و فساد پھیلانے) کا ارادہ کیا گیا ہے۔ غرض فقہی مسائل' عدالتی مقدمات اور سیاسی امور و تنازعات وغیرہ میں آپ قرآن سے رہنمائی حاصل کرتے اور غلط استدلال کرنے والوں کو تنبیہہ کیا کرتے تھے۔ خلفاء ثلاثہ کے دور میں آپ شوریٰ کے معتمد ترین رکن تھے۔ عہد صدیقی و عثمانی میں قرآن حکیم کی جمع و تدوین میں آپ کے گرانقدر مشورے بھی شامل تھے۔ یعنی قرآن کا مکمل کام آپ کی موجودگی میں ہوا۔ "مصحف ام" کی تکمیل پر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات کو سراہا تھا۔ "مصحف ام" کی تدوین کے بعد دیگر مصاحف کے جلائے جانے پر کچھ لوگوں نے زبان کھولی تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا اور وضاحت فرمائی کہ یہ کارروائی ہمارے مشورے سے ہوئی ہے اگر میری حکومت ہوتی تو میں بھی یہی قدم اٹھاتا جو حضرت عثمانؓ نے اٹھایا ہے۔ (حوالے اسی مضمون میں "عہد صدیقی و عثمانی" کے ذیل میں گزر چکے ہیں)

ابن ابی داؤد نے "کتاب المصاحف" میں اشعث کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے

> "جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی وفات ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قسم کھائی کہ جب تک وہ قرآن کو مصحف میں جمع نہیں کر لیں گے اپنی چادر جمعہ کے سوا کبھی نہیں اوڑھیں گے' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصحف علی کی حقیقت و حیثیت

علماء اہل سنت کی تحقیق کے مطابق "مصحف علی" کے بارے میں جتنی احادیث و روایات مروی ہیں سب ضعیف ہیں۔ قرآن متواتر کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ راویوں کے ضعف سے قطع نظر اگر علی سبیل التنزل ان روایات کو قبول کر لیا جائے تو ان سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے ایک مصحف ترتیب نزول کے مطابق مرتب کیا تھا یہ ان کی انفرادی کاوش تھی چند دوسرے صحابہ کرام نے بھی ترتیب نزول کے مطابق مصاحف لکھے تھے یہ سب صحیفے انہوں نے اپنے لئے لکھے تھے لوگوں میں ان کی نشر و اشاعت مقصود نہیں تھی۔

ایک شیعہ عالم طالب حسین کرپالوی' احمد بن ابی یعقوب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جناب رسولؐ اکرم کی رحلت کے بعد جو قرآن مرتب فرمایا تھا۔ وہ سات اجزاء پر مشتمل تھا اور سات اجزاء کی صورت مندرجہ ذیل تھی۔

الجزء الاول : جزوَ البقرة

البقرة' یوسف' العنكبوت

الجزء الثانی : جزوَ آل عمران

آل عمران' ھود' الحج

الجزوَ الثالث : جزء النساء (النساء ۔ النخل ۔ المومنون)

الجزوَ الرابع : جزوَ المائدة

المائدة' یونس' مریم

الجزوَ الخامس : جزوَ الانعام

الانعام' الاسراء' اقترب

الجزء السادس : جزوَ الاعراف

الاعراف' ابراہیم' الکھف

الجزوَ السابع : جزوَ الانفال

الانفال' براءة' طہ.......... (۹۳)

حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی طرف منسوب اس مصحف کی ترتیب' نہ صرف ترتیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تلاوت کے خلاف ہے بلکہ ترتیب نزول سے بھی مطابق نہیں رکھتی۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مصحف بھی انہوں نے اپنی سہولت کے لئے مرتب کیا ہو گا بعینہ اسی طرح اِن کا مصحف ضیہ بھی ان کے اپنے استعمال کے لئے تھا نہ کہ عوام کے لئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دور کی ایک عظیم شخصیت تھے' خلفاء ثلاثہ کے عہد میں وہ اعلیٰ مناصب پر فائز اور شوریٰ کے معتمد ترین رکن تھے۔ان کی رائے اور فیصلے کا احترام کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہا ان سے مشورے کئے اور ان کی وقیع رائے کے مطابق عمل کیا۔ (تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں مرقوم ہیں) خلفاء ثلاثہ کا دور اسلام کا زریں دور تھا' جمہوریت کی کثرت رائے کے برعکس صحیح اور صائب رائے کے مطابق فیصلے کئے جاتے تھے' بندوں کے سروں کو گنا نہیں بلکہ ان کی آراء کو تولا جاتا تھا۔ فرد واحد کی جائز اور درست بات پر خلیفہ وقت نہ صرف صاد کرتا بلکہ اپنی رائے واپس لے لیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہر کی رقم پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا تو ایک عورت نے ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف مبذول کرائی جس میں "قنطار" (بہت بڑی رقم' خزانہ) کا لفظ وارد ہوا ہے جس سے یہ مضمون نکلتا ہے کہ ایک عورت کو نکاح کے وقت مہر کے طور پر ایک بہت بڑی رقم دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا مہر پر پابندی لگانا روا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کے طرز استدلال کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اپنا فیصلہ بھی واپس لے لیا تھا۔ آزادی رائے کے اس اسلامی ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ عہد صدیقی اور عثمانی میں قرآن کا "اصلی اور صحیح" نسخہ لائے ہوں اور خلفاء نے اسے رد کر دیا ہو؟ حاشا و کلا۔

"مصحف ام" اور "مصحف امام" کی تدوین کے دوران عام اعلان کیا گیا تھا کہ جس شخص کے پاس قرآن کی آیتیں اور سورتیں لکھی ہوئی ہوں وہ فراہم کرے۔ اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز کئے بغیر' جس شخص نے بھی قرآن مکتوب کا جتنا حصہ پیش کیا اسے تصدیق کے بعد قبول کیا اور مصحف میں درج کیا گیا تھا۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن کے اجزاء یا مکمل مصحف لاتے تو اسے بھی قبول کیا جاتا۔ اگر مصاحف کی ترتیب درست نہیں تھی تو کم از کم احتجاج کرتے' ان کی بات سنی جاتی اور مصاحف کی ترتیب ان کی رائے کے مطابق رکھی جاتی۔ کیا کوئی صاحب عقل و خرد یہ باور کر سکتا ہے کہ دنیاوی معاملات میں خلفاء ثلاثہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوں اور ترتیب قرآن ایسے اہم معاملے میں ان کی رائے کو نظرانداز کر دیا ہو گا؟ نہیں! ہرگز نہیں!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درج ذیل شیعی روایت پر دوبارہ نظر ڈالیئے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے قرآن جمع کرنا شروع کیا جب اسے جمع کر چکے تو اسے صحابہ کے ایک گروہ کے پاس لے آئے۔ انہوں نے مقام خلافت کے ارد گرد کو گھیر رکھا تھا۔ آپ نے پیش فرمایا تو انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا: پھر تم اسے کبھی نہ دیکھو گے"۔ (۹۴)

اس روایت سے الٹا حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے (العیاذ باللہ) جمع و تدوین قرآن کے وقت ایک عام آدمی کی تحریر (تصدیق کے بعد) تو قبول کی جا رہی تھی اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ کا مکمل مصحف رد کر دیا گیا۔ کیا ان کی حیثیت ایک ادنیٰ آدمی سے بھی کم تھی؟ لا، واللہ!

آثار و قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ یہ ایک جھوٹی کہانی اور من گھڑت افسانہ ہے جسے اندیشہ عجم نے فقط زیب داستاں کے لئے بڑھا دیا ہے اور حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ اس قرآن پر پختہ ایمان اور غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں جو لوح محفوظ سے بواسطہ حضرت جبریل امینؑ قلب نبوی پر نازل ہوا۔

جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مرتب فرمایا۔

جسے صحابہ کرام نے ترتیب نبوی کے مطابق لکھا اور حفظ کیا۔

جسے "مصحف ام" اور "مصحف امام" میں درج کیا گیا۔

اس کے علاوہ (صحیح روایات کی رو سے) کوئی دوسرا قرآن موجود نہیں تھا۔ جس پر حضرت علی کرم اللہ وجھہ ایمان رکھتے تھے یا جس کے پڑھنے کی لوگوں کو تلقین کرتے تھے۔ ذیل کی چند روایات سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

(الف) ابراہیم تیمی اپنے والد یزید بن شریک تیمی سے روایت کرتے ہیں

"میرے والد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاس کتاب اللہ (قرآن حکیم) اور اس صحیفہ کے علاوہ کوئی اور کتاب بھی ہے جس کو ہم پڑھتے ہیں تو اس نے جھوٹ بولا"۔
(میرے والد نے اس صحیفے کے بارے میں بتایا کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یادداشت پر مشتمل ایک کتابچہ تھا جس میں دیگر باتوں کے علاوہ اونٹوں کی عمریں اور زخموں کی دیت کے احکام درج تھے)۔ (۹۵)

(ب) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک شاگرد ابو جحیفتہؓ کہتے ہیں۔

"میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے سوا کوئی اور کتاب بھی ہے جو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ملی ہو؟ آپ نے فرمایا' قسم اس ذات کی جس نے دانے کو اگایا' جس نے روح کو پیدا فرمایا' ہمارے پاس کتاب اللہ کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں ہے ماسوائے اس صحیفے کے۔ میں نے عرض کیا کہ اس صحیفے میں کیا لکھا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا' دیت اور جرمانہ کے مسائل' قیدی کو واگزار کرنے کے احکام اور یہ مسئلہ کہ کافر کے قتل کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جاتا۔ وغیرہ"۔ ۹۶

طارق بن شہاب کا بیان ہے!

"میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا بخدا! ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفے کے سوا کوئی دوسری کتاب نہیں ہے جو ہم تمہیں پڑھ کر سنائیں۔ یہ صحیفہ (جو تلوار کے ساتھ معلق تھا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ اس میں صدقہ کے فرائض وغیرہ درج ہیں"۔ (۹۷)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس قرآن حکیم کے علاوہ فقط ایک صحیفہ تھا جس میں فقہی مسائل لکھے ہوئے تھے۔ اس صحیفے کے علاوہ آپ کے پاس کوئی دوسرا مصحف نہیں تھا اور نہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی مخصوص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حاصل کیا تھا۔ چہ جائیکہ اس پر "اصلی" اور "نقلی قرآن" کی بحث اٹھائی جائے۔

اگر علماء شیعہ کی بیان کردہ روایات (جرح سے قطع نظر علی سبیل التنزل) قبول کر لی جائیں اور کہا جائے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک مخصوص مصحف تھا جس کی ترتیب "مصحف ام" اور "مصحف امام" کے خلاف تھی اور اسے خلفاء ثلاثہ نے قبول نہیں کیا تھا حالانکہ وہی اصلی اور صحیح قرآن تھا۔ تو ایک غیر جانبدار شخص پوچھ سکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دور خلافت میں اس "اصلی اور صحیح" قرآن کو ملک میں رائج کیوں نہ کیا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ راشد اور امام برحق تھے ان کا کردار و عمل قرآن کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا ان کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انہوں نے کتاب اللہ کے بارے میں مداہنت سے کام لیا ہو گا۔ یہ تصور بھی گناہ ہے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں "غیر صحیح قرآن" (العیاذ باللہ) کو برداشت کئے رکھا اور اپنے دور خلافت میں کسی مصلحت کے تحت چشم پوشی سے کام لیتے رہے۔ جو لوگ اس سوچ کے حامل ہیں ان کے لئے قرآنی فیصلہ ہے۔

> "کبرت کلمتہ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا تھا' واللہ لو وجدتہ قد تزوج بہ النساء و ملک بہ الاماء لرددتہ فان فی العدل سعتہ' ومن ضاق علیہ العدل فالجور علیہ اضیق"۔ (۹۸)

ان کلمات کا ترجمہ علامہ خوئی کی تفسیر میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔

> "خدا کی قسم! اگر مجھے کہیں ایسا مال بھی نظر آئے جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہو تو اسے بھی واپس پلٹا دوں گا۔ کیونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں زیادہ وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اسے ظلم کی شکل میں اور زیادہ تنگی محسوس ہو گی"۔ (۹۹)

یہ قول نقل کرنے کے بعد علامہ موصوف اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

> "بیت المال کے بارے میں امیر المومنین (ع) کا موقف یہ ہے۔ اب اہل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انصاف خود بتائیں کہ اگر قرآن میں تحریف ہوئی ہوتی تو امیرالمومنین (ع) کا موقف کیا ہوتا؟"۔ (۱۰۰)

شیعہ علماء میں متعدد ایسے انصاف پسند افراد موجود ہیں جو قرآن میں تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ خوئی مرحوم کا شمار بھی انہیں علماء میں ہوتا ہے۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مذکورہ بالا خطبہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ امیر بیت المال میں ذرا سی خیانت برداشت نہیں کر سکتا وہ کتاب اللہ کے بارے میں اتنی بڑی خیانت کیسے برداشت کرے گا کہ

(الف) خلفاء ثلاثہ کے دور میں اسے صحیح خطوط پر ترتیب نہیں دیا گیا۔

(ب) بہت سی آیات اور کئی سورتیں اس میں سے نکال دی گئیں۔

(ج) آیات کو آگے پیچھے کر کے مضامین کو زیر و زبر کر دیا گیا۔

(ب) اس امیر کے پاس "صحیح اور اصلی نسخہ" موجود تھا لیکن اسے چھپائے رکھا۔

(ھ) حتیٰ کہ اپنے دور خلافت میں بھی اسے منظر عام پر نہ لائے وغیرہ۔

کوئی حد ہے ان خرافات و ہزلیات کی! کیا کوئی ذی شعور انسان ان افسانوں کو سچ مان لے گا؟ نہیں! نہیں!! نہیں!!!

ہم علامہ خوئی مرحوم کے طرز استدلال پر صاد کرتے اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ "مصحف ام" اور "مصحف امام" سے سو فی صد متفق تھے۔ خود بھی اسی کی تلاوت کرتے اور دوسروں کو بھی اسی قرآن کو پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ اگر (بالفرض) ان مصاحف میں تحریف ہو چکی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفاء ثلاثہ کے دور میں اس تحریف کو مٹانے پر قادر نہ تھے تو اپنے دور خلافت میں وہ سب سے پہلا قدم یہی اٹھاتے کہ ان تمام محرف قرآنی نسخوں کو ضبط کرنے کے احکامات جاری کرتے۔ پوری اسلامی دنیا سے تحریف شدہ نسخے جمع کرا کے تلف کراتے۔ یہ کام ان کے لئے چنداں مشکل نہیں تھا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ترتیب نبوی اور لغت قریش کے خلاف لکھے ہوئے تمام مصاحف کو جمع کر کے نذر آتش کر سکتے تھے تو کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ "غیر صحیح" مصاحف کو اکٹھا کر کے تلف نہیں کر سکتے تھے؟ بلی و ربی!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مصحف عثمانی

مصحف عثمانی، مصحف صدیقی کی ہوبہو نقل تھا، مصحف صدیقی اس قرآن کے عین مطابق مرتب کیا گیا تھا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرضہ اخیرہ میں تلاوت فرمائی تھی۔ گویا مصحف عثمانی، قرآن نبوی ہی کی کتابی شکل تھی اور یہ سارے کا سارا مصحف وحی الٰہی پر مشتمل تھا۔ اس میں کسی حصے کی کمی واقع ہوئی نہ اس میں غیروحی (انسانی کلام) کی آمیزش ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مصحف کی تصدیق کی تھی اور زندگی بھر اپنا تعلق اسی کے ساتھ استوار رکھا کیونکہ،

۱۔ آپ پنجگانہ نمازوں، جمعہ، عیدین اور تراویح میں اسی قرآن کو پڑھتے اور سناتے تھے۔
۲۔ آپ اسی قرآن کی تلاوت فرماتے اور اسی کی تفسیر و تشریح بیان کیا کرتے تھے۔
۳۔ آپ کے دور خلافت میں یہی قرآن مساجد اور مکاتب میں پڑھایا جاتا تھا۔
۴۔ آپ کے عہد میں سیاسی نظام کی بنیاد یہی قرآن تھا۔
۵۔ اسی قرآن کے مطابق عدالتوں میں فیصلے کئے جاتے تھے۔
۶۔ معرکہ صفین کے بعد آپ نے اسی قرآن کو حکم بنایا تھا۔ جب آپ یہ فرما رہے تھے۔

"انالم نحکم الرجال وانما حکمنا القران"۔ (۱۰۱)

ہم نے لوگوں کو اپنا منصف نہیں بنایا بلکہ قرآن کو منصف ٹھہرایا ہے۔ اس حکم (منصف) سے آپ کی مراد یہی قرآن تھا۔

۷۔ آپ نے فرمایا تھا۔

"کتاب اللہ بین اظھرکم" اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اس "کتاب اللہ" کا مصداق بھی یہی قرآن تھا۔

۸۔ آپ نے ایک شخص حارث بن ہمدان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

وتمسک بحبل القران واستنصح، احل حلالہ و حرم حرامہ" (۱۰۳)

اے حارث! قرآن کی رسی کو مضبوط سے تھام، اسی سے نصیحت حاصل کر، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جان۔ یہ نصیحت بھی اسی قرآن کے بارے میں تھی۔

۹۔ آپ کا فرمان ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین ......" (۱۰۴)

کتاب اللہ کے ساتھ تعلق استوار رکھو کیونکہ یہ ایک مضبوط رسی (رشتہ) ہے۔ آپ نے لوگوں کو اسی قرآن پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی۔

۱۰۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

تعلموا القران فانہ احسن الحدیث" (۱۰۵)

قرآن سیکھو کیونکہ یہ سب سے اچھی حدیث (کلام) ہے۔

آپ نے عوام کو یہی قرآن سیکھنے اور اسی پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی تھی۔ آپ کے دور خلافت میں یہی ایک قرآن موجود تھا آپ کا اپنا عمل اسی کے مطابق تھا اور لوگوں کو دعوت بھی اسی قرآن کی دیتے تھے اس قرآن کے علاوہ کسی دوسرے قرآن کا وجود نہیں تھا۔ جن شیعی روایات میں دوسرے مصحف کا ذکر ہے (بقول شیعہ علماء) عوام تک نہیں پہنچا' بلکہ امام غائب کے پاس محفوظ ہے۔ جو چیز لوگوں کے پاس پہنچی ہی نہیں اسے حکم بنانا' اس کے ساتھ تعلق استوار کرنا اور لوگوں کو اس کی تلاوت کی دعوت دینا چہ معنی دارد اے گروہ خرد منداں؟ مزید برآں قیامت تک مسلمانوں کو خصوصا" اور پوری انسانیت کو عموما" "اصلی قرآن" کی برکات سے محروم رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

انصاف پسند شیعہ علماء بھی اس موقف کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفاء ثلاثہ کے دور میں مرتب شدہ قرآن پر ایمان رکھتے تھے چنانچہ علامہ خوئی لکھتے ہیں۔

"امیر المومنین (ع) کا موجودہ قرآن کی تائید کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی" ۔ ۱۰۵ (ب)

مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو مصحف مرتب کیا تھا اس میں سورتوں کی ترتیب "مصحف امام" سے مختلف تھی۔ علامہ سیوطیؒ نے ان کے مصحف میں مرتب شدہ سورتوں کی فہرست "الاتقان" ج ا نوع ۱۸ کے تحت درج کی ہے۔ آغاز میں یہ سورتیں تھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزید حفاظت کے لئے اس کو مصحف میں بھی جمع کر لیا۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف میں فاتحہ نہیں لکھی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے سینہ میں لکھی ہوئی ہے اور ہر روز ایک مسلمان کی زبان اس کو ۳۲ مرتبہ سے زیادہ دہراتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو ہمارے سینہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا وہ بہتر سے بہتر طریق پر محفوظ ہو گئی۔ وہ چیز اب ہمارے جسم اور روح کے ساتھ ہے کوئی جابر سے جابر بادشاہ بھی ہم سے اس کو نہیں چھین سکتا اور کسی لمبے سے لمبے سفر میں بھی' اپنے مال و متاع کی طرح' تمہیں اس کی حفاظت کے فکرمند ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اس موقع پر عربوں کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ جتنی بات وہ زبانی محفوظ رکھ سکتے تھے اس کو ضبط تحریر میں لانے کی وہ زحمت نہیں اٹھاتے تھے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح محفوظ کیا۔ امت میں حفاظ کی اتنی کثیر تعداد پیدا کر دی کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔

توریت کے معاملہ میں یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ کلمہ توحید کو زبانی محفوظ کر لیں۔ اس کے علاوہ جو احکام تھے۔ وہ ایک صحیفہ میں محفوظ کر دیئے گئے۔ جو آہستہ آہستہ فراموش اور ضائع ہو گئے۔ یہ سورہ چونکہ ہمارے لئے نماز کی سورہ قرار پائی اس وجہ سے امت پر واجب ہوا کہ لوگ اس کو سینوں میں محفوظ کر لیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اس کا مقصد یہی تھا۔ لیکن بعض لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ گمان کر لیا کہ انہوں نے اس سورہ کو سرے سے مصحف ہی سے خارج کر دیا۔ حالانکہ اس چیز سے ان کا دامن پاک ہے"۔ ص ۱۰۶ (ا)

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

معوذتین کی قرآنیت

متعدد روایات میں منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان دو سورتوں کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے انہیں اپنے مصحف میں درج نہیں کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ دو سورتیں تعوذ کے لئے نازل ہوئی تھیں یعنی ایک قسم کا علاج تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرشتے نے کہا "قل" تو انہوں نے بھی کہا "قل"۔ ص ۱۰۶ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام نوویؒ، امام ابن حزمؒ اور امام رازیؒ نے ان تمام روایات کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے اور یہ رائے اختیار کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سرے سے ایسی کوئی بات کی ہی نہیں تھی۔ لیکن صحیح روایات کی بنیاد پر ثابت شدہ کسی بات کو اس طرح رد کرنا کوئی علمی طریقہ نہیں ہے۔

قاضی ابوبکر باقلانیؒ اور قاضی عیاضؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تاویل کی ہے کہ وہ ان دو سورتوں کی قرآنیت کے منکر نہیں تھے بلکہ وہ انہیں صرف مصحف میں لکھنے سے منع کرتے تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ مصحف میں وہی کلام درج کیا جائے جس کے لکھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہو اور ان سورتوں کی اجازت کا انہیں علم نہیں ہو سکا تھا۔ ۱۰۷ لیکن یہ تاویل بھی دل کو نہیں لگتی کیونکہ متعدد صحیح روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ آپ دونوں سورتوں کی قرآنیت کے منکر تھے اور انہیں مصحف میں درج کرنے کے روادار نہیں تھے۔

پروفیسر صارم نے تصریح کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ قرآن لکھا تھا۔

اولاً" عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔

ثانیاً" ترتیب نزول کے مطابق۔

ثالثاً" عہد صدیقی میں اپنے قبیلے (بنو ہذیل) کی لغت کے مطابق۔

رابعاً" عہد عثمانی میں لغت قریش اور مصحف امام کے مطابق۔ (۱۰۸)

عہد عثمانی تک وہ اپنے مصحف پر اصرار کرتے رہے۔ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جمع و تدوین قرآن کے سلسلے میں بھی اختلاف تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنا مصحف نذر آتش نہیں کیا بلکہ چھپا لیا تھا لیکن زندگی کے آخری ایام میں انہوں نے اپنا اختلاف ختم کر دیا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

"ثم لعله قد رجع عن قوله ذلك الى قول الجماعة"۔ (۱۰۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر شاید انہوں نے اپنے اس موقف (کہ موذتین قرآن کا حصہ نہیں ہیں) سے رجوع کر لیا ہو اور جماعت (صحابہ) کے موقف کو اختیار کر لیا ہو۔ علامہ موصوف نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے رجوع کو "لعل" کے لفظ سے لکھا ہے کہ شاید رجوع کر لیا ہو لیکن "البدایہ والنہایتہ" میں پورے وثوق سے لکھا ہے کہ انہوں نے رجوع کر لیا تھا اور اختلاف ختم کر کے مصحف عثانی کو قبول کیا تھا۔ (۱۰) کیونکہ

(الف) انہوں نے اپنا چوتھا مصحف لغت قریش پر، مصحف عثانی کی ترتیب کے مطابق لکھا تھا۔

(ب) قراء سبعہ میں سے عاصم، کسائی، حمزہ اور حمزہ کے شاگرد در شاگرد خلف نے اپنی اسناد کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچایا ہے اور یہ سندیں صحیح ترین قرار دی گئی ہیں۔

ان چار قراء کی روایتوں میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین شامل ہیں۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف پر اصرار ترک کر کے مصحف عثانی کو قبول کر لیا تھا لہٰذا اب ان سورتوں کی آڑ میں ان پر طعن کرنا بہتان و افتراء کے سوا کچھ نہیں ہے۔

علامہ زرقانی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

> "وھذہ القراء ات کلھا التی رویت باصح الاسانید وبا جماع الامتہ فیھا المعوذتان والفاتحہ علی اعتبار ان ھذہ السور الثلاث اجزاء من القران داخلتہ فیہ۔ فالقول ببقاء ابن مسعود علی انکار قرانیتہ ھذہ السور محض افتراء علیہ"۔ (۱۱)

> یہ ساری قراتیں جو صحیح سندوں اور اجماع امت سے مروی ہیں معوذتین اور فاتحہ پر مشتمل ہیں کہ یہ (تینوں) سورتیں اجزاء قرآن ہیں اور اس میں داخل ہیں اور یہ کہنا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سورتوں کی قرآنیت کے آخر وقت تک منکر رہے تھے محض افترا ہے۔ (اور کچھ نہیں)۔

پروفیسر صارم نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی نقل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری صدی ہجری میں کی گئی تھی۔ اس نقل کو ابن ندیم نے دیکھا تھا۔ اس طرح اس اصل مصحف کا ۲۰۰ ھجری تک اور اس نقل کا ۴۰۰ ھجری تک پتہ چلتا ہے۔ (۱۱۲)

پروفیسر موصوف نے صحابہ کرام کے مرتب کردہ مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کے اختلاف کی توجیہہ کچھ یوں کی ہے۔

"اختلاف مصاحف کے متعلق جو روایات ہیں وہ عہد رسولؐ کے لکھے ہوئے مجموعوں اور ترتیب سے قبل کی تحریریوں سے متعلق ہیں۔ ترتیب کے بعد کوئی قرآن خلاف ترتیب نہیں لکھا گیا"۔ (۱۱۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ مناھل العرفان، محمد عبدالعظیم زرقانی، دارالفکو طبع ۱۹۸۸ء ج ۱ ص ۴۳۔

۲۔ "مواقع النجوم" کا لفظی معنی ستاروں کے گرنے کے مقامات ہے۔ قرآن حکیم کی آیات کو ستاروں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ جس طرح ستارے کبھی ٹوٹتے اور کبھی گرتے دکھائی دیتے ہیں اسی طرح قرآن حکیم کی آیتیں اور سورتیں متفرق طور پر مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نازل ہوتی رہیں۔ اس متفرق نزول کو "مواقع النجوم" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ ان تین تنزلات کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(الف) مناھل العرفان ج ۱ ص ۴۳ تا ۴۷

(ب) الاتقان، علامہ سیوطی، اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی ج ۱ ص ۹۹ تا ۱۰۲

۴۔ بخاری شریف کی اس روایت میں "ناموس" کا لفظ ایک عیسائی عالم کی زبان سے ادا ہوا ہے اور قرینہ یہ بتاتا ہے کہ اس کا ترجمہ اہل کتاب کے محاورے کے مطابق کیا جائے۔ اس مقام پر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ "ناموس" کا لفظ یونانی کے NOMOS کا معرب ہے۔ جس کا مفہوم قانون اور شریعت ہے۔ عربی بائبل میں "الناموس" شریعت اور قانون کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے درج ذیل چند مقامات۔

"وتكتب عليها جميع كلمات هذا الناموس حين تعبر"۔ (تثنیہ ۲۷: ۳، ۸)

"ملعون من لا يقيم كلمات هذا الناموس ليعمل بها"۔ (تثنیہ ۲۷: ۲۶)

"وقالوا انه ينبغي ان يختنوا ويوصوا بان يحفظوا ناموس موسى"۔ (اعمال الرسل ۱۵: ۵)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی اس رائے کے لئے دیکھئے،

خطبات بہاولپور خطبہ ۱ ص ۱۱

خطبات بہاولپور خطبہ ۱۲ ص ۳۹۷

ڈاکٹر صاحب کی رائے وزن رکھتی ہے کیونکہ "ناموس" کا ترجمہ "فرشتہ" کرنا ویسے بھی نامانوس سا لگتا ہے اور اہل زبان اس سے واقف نہیں ہیں۔

۵۔ صحیح بخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ـ ۶ فتح الباری، کتاب التعبیر ج ۱۲ ص ۳۱۷ـ

ـ ۷ تاریخ القرآن، پروفیسر عبدالصمد صارم، مکتبہ معین الادب لاہور، طبع ۱۹۷۱ء ص ۲۰ـ

ـ ۸ (الف) " " " " " " " " " " ص ۲۲

(ب) تاریخ القرآن محمد اسلم جیراجپوری، علی گڑھ طبع ۱۳۴۱ھ ص ۲۶

ـ ۹ سورۃ الحجر ۱۵ / ۹ـ

ـ ۱۰ سورۃ حم السجدہ ۴۱ / ۴۱، ۴۲ـ

ـ ۱۱ Life of Muhammad بحوالہ تاریخ القرآن، صارم ص ۳۶ـ

ـ ۱۲ زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان ـ

ـ ۱۳ صحیح بخاری، باب من قتل من المسلمین یوم احد

ـ ۱۴ تاریخ القرآن، صارم ص ۳۵ـ

ـ ۱۵ کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۷ـ

ـ ۱۶ ابو داؤد، بحوالہ تاریخ القرآن، صارم ص ۳۶

ـ ۱۷ سورۃ البقرۃ ۲/ ۲۸۲، ۲۸۳

ـ ۱۸ مسلم، مسند احمد، دارمی ـ

ـ ۱۹ سورۃ الفرقان ۲۵ / ۵ـ

ـ ۲۰ سورۃ الواقعۃ ۵۶ / ۷۹

ـ ۲۱ سورۃ البینۃ ۹۸ / ۲

ـ ۲۲ کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۹ـ

ـ ۲۳ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۲ ص ۹۱ـ

ـ ۲۴ تاریخ القرآن، صارم ص ۲۸

ـ ۲۵ صحیح بخاری، باب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـ

ـ ۲۶ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۰ـ

ـ ۲۷ تاریخ القرآن علامہ عبداللطیف رحمانی، پروگریسو بکس لاہور طبع ۱۹۸۳ء ص ۶۹ـ

ـ ۲۸ سنن دارمی ص ۶۸ـ

ـ ۲۹ مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن حبان، مستدرک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاکم، الاتقان فی علوم القرآن

۳۰۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۶۔
۳۱۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل اول۔
۳۲۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۴۶ تا ۳۴۸۔
۳۳۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ ص ۳۵۳۔
۳۴۔ (ا) الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی۔
(ب) مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۵۳۔
۳۴۔ (ا) الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی
(ب) مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۵۶، ۳۵۷۔
۳۵۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی۔
۳۶۔ اس روایت کو امام احمد بن حنبلؒ، ابو داؤد، نسائی، ترمذیؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اپنی اپنی کتب حدیث میں نقل کیا ہے۔
۳۷۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۵۴۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی۔
(ب) مباحث فی علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، دار العلم بیروت مطبوعہ ۱۹۶۸ ص ۷۱
۳۸۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۵۵۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی۔
۳۹۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۵۵۔
۴۰۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی۔
۴۱۔ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸ فصل ثانی
۴۲۔ مباحث فی علوم القرآن ص ۷۳۔
۴۳۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۶۰۔
۴۴۔ الفتح الربانی و بلوغ الامانی، احمد عبدالرحمٰن البنا، دار احیاء التراث العربی ج ۱۸ ص ۱۵۵، ۱۵۶۔
۴۵۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۳۶۱۔ علامہ زرقانی نے امام ترمذیؒ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ وہ اس روایت کو "حسن غریب" کہتے ہیں شاید انہوں نے یہ بات یزید فارسی کے انفراد کی وجہ سے کہی ہو ورنہ امام ترمذیؒ نے اس روایت کو "حسن صحیح" کہا ہے "حسن غریب" نہیں کہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۸ـ کتاب المصاحف، ابن ابی داؤد ص ۲۸، ۲۹، مباحث فی علوم القرآن ص ۸۱۔
۶۹ـ صحیح بخاری، باب جمع القرآن۔
۷۰ـ جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، روح المعانی، سورۃ البقرۃ تحت تفسیر آیت ۲۴۸۔
۷۱ـ الاتقان ج ۱ نوع ۱۸۔
۷۲ـ روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۔
۷۳ـ مطالعہ قرآن، مولانا محمد حنیف ندویؒ ص ۸۸۔
۷۴ـ البدایہ والنہایہ، علامہ ابن کثیر ج ۷ ص ۲۱۷۔
۷۵ـ فتح الباری ج ۹ ص ۲۰، ۲۱۔ مقالات شبلی ج ۱ ص ۲۲۔
۷۶ـ البدایہ و النہایہ ج ۷ ص ۲۱۸۔
۷۷ـ البیان فی تفسیر القرآن، علامہ خوئی، اردو ترجمہ محمد شفا نجفی، جامعہ اہل بیت اسلام آباد طبع ۱۹۸۹، ج ۱ ص ۲۱۶
۷۸ـ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۱۸۔
۷۹ـ مناھل العرفان ج ۱ ص ۲۵۷۔
۸۰ـ مباحث فی علوم القرآن ص ۸۷، مناھل العرفان ج ۱ ص ۴۰۴۔
۸۱ـ ہفت روزہ خدام الدین نومبر ۱۹۷۱ء۔
۸۲ـ مقالات شبلی ج ۱ ص ۲۳۔
۸۳ـ علوم القرآن، مولانا شمس الحق افغانیؒ ص ۱۱۹۔
۸۴ـ تاریخ القرآن، صارم ص ۱۰۲ تا ۱۰۶۔
۸۵ـ کتاب المصاحف، ابن ابی داؤد ص ۱۶۔
۸۶ـ (ا) میزان الاعتدال، علامہ ذہبی، دار المعرفۃ بیروت ج ۱ ص ۴۔
(ب) تیسیر مصطلح الحدیث، ڈاکٹر محمود طحان، مکتبہ المعارف ریاض، ص ۱۵۳، ۱۵۴۔
۸۷ـ فتح الباری ج ۹ ص ۹، ۱۰۔
۸۸ـ تاریخ القرآن، صارم ص ۸۲، ۸۳، ۱۰۳، ۱۰۶۔ تاریخ القرآن اسلم ص ۶۱۔
۸۹ـ تفسیر نمونہ، ناصر مکارم شیرازی، طہران۔ اردو ترجمہ صفدر حسین نجفی لاہور ج ۱۱ ص ۴۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۰ ۔ آیت تطہیر...... محمد فاضل موحدی لنکرانی' اردو ترجمہ محمد تقی نقوی' لاہور ص ۱۰۰' ۱۰۱' ۱۰۴۔

۹۱ ۔ بحوالہ تفسیر نمونہ ج ۱۱ ص ۴۷۔

۹۲ ۔ شیعہ اور تحریف قرآن' آقای علی میلانی' اردو ترجمہ محمد افضل حیدری' لاہور ص ۲۱۔

۹۳ ۔ مسئلہ تحریف القرآن' مولانا طالب حسین کرپالوی' لاہور ص ۵۰۹ تا ۵۱۱۔

۹۴ ۔ تفسیر نمونہ (اردو ترجمہ) ج ۱۱ ص ۴۷۔

۹۵ ۔ کتاب السنہ' امام احمد بن حنبلؒ تحت ذکر الوصیتہ ص ۱۸۹۔

۹۶ ۔ " " " " " " " " " " ص ۱۸۷۔

۹۷ ۔ الفتح الربانی ج ۲۳ ص ۱۳۵۔

۹۸ ۔ نہج البلاغہ' خطبہ نمبر ۱۵۔

۹۹ ۔ البیان فی تفسیر القرآن ج اول (اردو ترجمہ) ص ۲۲۶۔

۱۰۰ ۔ " " " " " " " " " ص ۲۱۷۔

۱۰۱ تا ۱۰۵ ۔ (ا) نہج البلاغہ سے اقتباسات۔

(ب) البیان فی تفسیر القرآن ۲۱۷

۱۰۶ ۔ (ا) مجموعہ تفاسیر فراہی ص ۷۹' ۸۰۔

۱۰۶ ۔ (ب) تفہیم القرآن ج ۶ ص ۵۵۱۔

۱۰۷ ۔ الاتقان اردو ترجمہ ج ۱ ص ۲۰۲ تا ۲۰۴' تفہیم القرآن ج ۶ ص ۵۴۹ تا ۵۵۲

۱۰۸ ۔ تاریخ القرآن' صارم ص ۸۱۔

۱۰۹ ۔ تفسیر ابن کثیر' تحت تفسیر المعوذتین۔

۱۱۰ ۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۱۸۔

۱۱۱ ۔ مناھل العرفان ج ۱ ص ۲۷۳۔

۱۱۲ ۔ تاریخ القرآن' صارم ص ۱۰۳۔

۱۱۳ ۔ " " " " " ص ۸۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصالحت ۔۔۔۔۔ فقہ اسلامی کے تناظر میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

مصالحت کا لفظ صلح سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم لوگوں کے درمیان سے نفرت ختم کرنا ہے۔ (۱) فقہی اصطلاح میں فریقین کی باہمی رضامندی سے کسی معاملے میں نزاع ختم کرنے کے معاہدے کو مصالحت کہتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک حفظ ماتقدم کے طور پر کئے جانے والے معاہدے کو بھی مصالحت کہیں گے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک وقوع نزاع کے بعد کیا جانے والا معاہدہ مصالحت کہلائے گا۔ (۲)

مصالحت کی اہمیت

قرآن حکیم نے جابجا اور مختلف اسالیب میں صلح کی اہمیت واضح کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے : **الصلح خیر** (۳) (صلح بہترین چیز ہے) نیز فرمایا : **لا خیر فی کثیر من نجوھم الا من امر بصدقتہ او معروف او اصلاح بین الناس** (۴) (ان لوگوں کی بیشتر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جس نے خیرات کرنے، بھلائی کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی ترغیب دی) **ان تبروا وتتقوا و تصلحوا بین الناس** (۵) (کہ تم بھلائی کرو، تقویٰ اختیار کرو اور لوگوں کے درمیان صلح کراؤ)، **وان تصلحوا و تتقوا فان اللہ کان غفورا" رحیما** (۶) (اگر تم صلح کرا دو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) **فاتقو اللہ واصلحوا ذات بینکم** (۷) (اللہ سے ڈرو اور باہمی معاملات درست رکھا کرو)۔

جب مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف، لڑائی جھگڑا یا قتل و نزاع واقع ہو جائے تو دوسرے تمام مسلمانوں کو مصالحت کرانے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے :

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما، فان بغت احدٰھما علی

© rasailojaraid.com